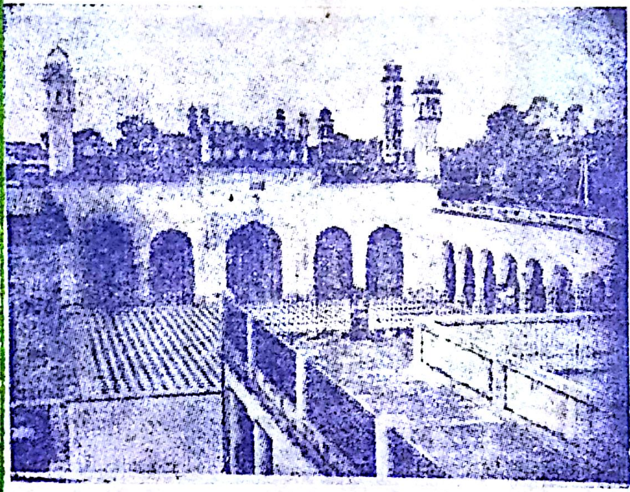
کیا تبلیغی کام ضروری ہے؟

مکمل



اکابرین کی تقاریر مکاتیب و مضامین کا مجموعہ

پتہ

ملنے کا

قاری بندہ الٰہی، مقام و پوسٹ تراج وایا. کیشا. ضلع سورت گجرات

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا فلیبلغ الشاہد الغائب

(بخاری شریف)

مقدمہ کتاب

کیا تبلیغی کام ضروری ہے؟

اکابر کی تقاریر و مکاتیب و مضامین کا مجموعہ

مرتب

بھائی محمد الیاس

(اسلامی پرنٹنگ پریس لوہبن)

نام کتاب:	کیا تبلیغی کام ضروری ہے؟ مکمل
مرتب	بھائی محمد الیاس ابن قاری بندہ الٰہی
ناشر	قاری بندہ الٰہی، مقام و پوسٹ تراج، وایا پلسانہ ضلع سورت (گجرات)
صفحات	۵۵۴
ٹائیٹل	۵/-
تعداد	ایک ہزار
سال	سنہ ۹۲ھ اور سنہ ۷۲ء

کتاب کے حاصل کرنے کا پتہ

جناب حاجی احمد حاجی فقیر بھائی منیار صاحب

۲۲۲ ابراہیم رحمۃ اللہ روڈ بھنڈی بازار

بمبئی ۳

پہلے اسے ضرور پڑھیے!

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُولِہِ المُصطَفٰی وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصحَابِہِ الَّذِینَ اصطَفٰی :- **امابعد**

اللہ تعالیٰ کے اس عالم انسانی پر بیشمار احسانات و انعامات ہیں انہیں ایک انعام یہ بھی ہیکہ اس نے انسان کی ہدایت کیلئے مشعل راہ مقرر کیا تاکہ اگر کوئی ذرا بھی طریق ہدایت سے ہٹ جائے تو فوراً راہِ راست پر آجائے اسی مقصد کے ماتحت اللہ تعالیٰ ضرورت وحاجت کے مطابق انبیاء کرام کو مبعوث فرماتے رہے لیکن اب مقام رسالت و نبوت ختم ہوگیا اور فخر عالم صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء والمرسلین نہ رہے۔ خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا آپکے ذریعہ سے طریقِ ہدایت کی تکمیل کی گئی اب اگر کسی کے خیال وگمان میں ہدایت کے علاوہ کوئی اور خیال آئے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے خلفاء وعلماء وصلحاء کو پیدا فرمایا۔ حقیقت میں وہ نائب رسول ہیں۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاء۔ یعنی جس طریق کو انبیاء کرام نے انجام دیا، وہی طریق صلحاء وعلماء کرام انجام دیتے ہیں اور دیتے رہینگے جیسا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالےٰ نے ان کے ذہن وفکر میں وہ صلاحیت، وہ ذہانت وفطانت دی ہے

کہ ہر کام کو حالات کے پیش نظر انجام دیا اور دین کی ہر مشکل کو قوم کے سامنے آسان کر کے پیش کر دیا ۔

اس پُرآشوب دور میں جب، کہ ملتِ اسلامیہ پہ ہر قسم کے سخت ترین حملے ہو رہے ہیں اور مسلمانوں نے مذہب اسلام کے ضوابط و قوانین پر عمل کرنا چھوڑ دیا ۔ اللہ تعالیٰ نے بانیٔ تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ کے دل میں بھی اس دین کی اہمیت پیدا کی ۔ جب اس عالم دنیا میں انھوں نے نظریں دوڑائی تو محسوس کیا کہ سارا عالم مذہبِ حنفیت سے برگشتہ اور خود مسلمان اسکے احکام پر عمل کرنے سے بیزار ہیں اور بے شعوری کا دور دورہ ہے فوراً حمیتِ اسلامی جوش میں آئی اور اپنی پوری قوت کیساتھ کھڑے ہوئے اللہ تعالیٰ سے نذر و نیاز بھی کی ۔ تا آنکہ آج کے ان کی اس تحریک جسکو "جماعت تبلیغ" کہا جاتا ہے اس کی برکت سے مسلمانوں میں دینی شعور پیدا ہوا اور مذہبِ اسلام کے شیدائی اور اس پر عمل کرنے لگے ۔ آپ کی اس تحریک نے اس قدر ترقی کی کہ کچھ ہی عرصہ میں یہ تحریک شہرت پذیر بلکہ عالم گیر ہوگئی اللہ تعالیٰ مزید در مزید اس میں جان و قوت عطا فرمائے اور مسلمانوں کے لئے صحیح پہچ پر آنے کا ذریعہ بنائے ۔ آمین ۔

یہ تو لازمی امر ہے کہ جب کوئی کام ترقی پذیر ہو ۔ حتی کہ وہ کام عالمگیر ہو جائے تو اس کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی اس میں کچھ خطائیں اور غلطیاں بھی ہو جاتی ہیں اس لئے ہر آدمی پہلے سے نہ تو واقف کار ہوتا ہے اور نہ ہی وہ اسمیں کام کرنے کا سلیقہ رکھتا ہے ۔ اور الانسان مرکب من الخطاء والنسیان کی وجہ سے اس میں بھی بے اعتنائیاں لازم تھیں

لیکن ان چند بے اعتنائیوں پر نظر کر کے اور اس کو سامنے رکھ کر اس کام کا انکار کر دینا اور اس کو خلافِ عقل و نقل کہنا یہ عقل کا تقاضہ نہیں اسلئے اگر نفع عظیم کو دیکھا جائے تو یہ ساری بے اعتنائیاں ہباءً منثوراً ہوجائینگی۔ یہ کتاب درحقیقت اس تحریک تبلیغ سے متعلق اس کے منافع کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور اس کے مضرات پر تنبیہ اور بچنے کی صورتوں کی طرف مشیر ہے۔

اب آیئے! اس کتاب کی مزید تفصیلی وضاحت آپکے سامنے پیش کروں تاکہ اس کتاب کی حقیقت اور اسکے ذریعہ سے جماعتِ تبلیغ کی اہمیت بھی پیشِ نظر ہوجائے اور اس کتاب کا دیکھنا بھی آسان ہو جائے۔

یہ مجموعہ جو ایک کتابی شکل میں ہے۔ اس کا نام ہے:-

کیا تبلیغی کام ضروری ہے؟

یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے۔ (۱) پہلا حصہ اکابر کے مواعظ و تقاریر پر مشتمل ہے اس لیئے اس کا نام۔ "تقاریر لسلسلۂ تبلیغ" رکھا گیا ہے (۲) دوسرے حصے میں اکابر و مشائخ کے مکاتیب جو مراسلات ہیں، اس کا نام "مکاتیب لسلسلۂ تبلیغ" ہے (۳) تیسرا حصہ مضامین کا ہے۔ جس کا نام "مضامین لسلسلۂ تبلیغ" ہے۔ پہلا حصہ "تقاریر لسلسلۂ تبلیغ" ہے یہ آٹھ تقاریر پر مشتمل ہے جس میں مصلحین و مجاہدین علماء و طلبہ اور تبلیغ میں کام کرنے والوں اور کام سے جوڑ رکھنے والوں سے خطاب ہے۔ جو درحقیقت رشد و ہدایت

کا مجموعہ ہے۔ دوسرا حصہ "مکاتیب سلسلۂ تبلیغ" ہے جو چوبیس ۲۴ مکاتیب پر مشتمل ہے یہ مکاتیب و مراسلات دورِ حاضر کے مشائخ و اکابر سے متعلق ہے جیسے حضرت شیخ الاسلام مولانا السید حسین احمد صاحب مدنی حضرت اقدس شیخ المشائخ مولانا محمد زکریا صاحبؒ عارف باللہ حضرت مولانا الشاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادیؒ رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ رئیس المناظرین حضرت مولانا الشاہ محمد اسعد اللہ صاحبؒ ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، مفتیٔ اعظم مولانا مفتی محمود الحسن صاحب وغیرہ وغیرہ اور بھی اکابر کے مکاتیب ہیں جسکی اہمیت و عظمت دیکھنے ہی سے متعلق ہے۔

اس میں اُن اشکالات و اعتراضات کے بہت ہی تشفی بخش جوابات ہیں جو عوام الناس کئے ہیں حتی کہ وہ اعتراضات بڑے لوگوں کی زبان پر بھی آگئے اور انھوں نے بھی اسے تسلیم کرلیا اسکے جوابات بہت ہی بہتر طریقہ پہ دیئے ہیں جس سے اُن کے اشکالات کا کافی حد تک ازالہ کر دیا گیا ہے۔

تیسرا ۳ حصہ:- "مضامین سلسلہ تبلیغ" ہے یہ نہایت ہی اہم مضامین پر مشتمل ہے جس میں تبلیغ کی خصوصیت اور ضرورت کو بڑی تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے اور لوگوں میں اس کی اہمیت جاگزیں ہونے کے باوجود جو اسمیں نہ لگنے کے بہانے اور اسباب ہیں اس کا دفعیہ کیا گیا ہے نیز اس تحریک کی اہمیت دیگر اسلامی تحریکوں کے مقابلے میں بھی واضح ہوگی۔ اس کتاب کو بغور مطالعہ کے بعد آپکے سامنے تبلیغی کتابوں کی افادیت بالخصوص حیاۃ الصحابہ جس میں دعوت کے نقطۂ نظر سے صحابہ کرام کی

عاشقانہ اور مجاہدانہ زندگی کے سارے عملی گوشے کھول دیئے گئے ہیں اس کی اہمیت بھی معلوم ہوگی اور ان شاء اللہ اسی جذبہ محبت میں مخمور ہو کر آپ بھی اس تحریک کو لیکر اٹھیں گے۔ اسی طرح اسمیں بانئ تحریک حضرت مولانا الشاہ محمد الیاس صاحب رح کی کچھ نظریات و حالات کا بھی اضافہ کیا ہے تاکہ تبلیغ کی حقیقت و حقانیت اور ان کے مقاصد صحیح طور پر سامنے آجائیں اور اسی نہج پر ہم اپنی کوشش کو لائیں۔ اور آخیر میں "مفید معلومات" کے عنوان سے چند باتوں کا اور اضافہ کیا ہے جس سے تبلیغی جماعت کے ثمرات و اثرات معلوم ہوں گے اسلئے کہ ہر چیز کا جب نتیجہ معلوم ہوگا تو جتنا عمدہ اور بہترین نتیجہ نکلتا ہے اتنی ہمت بڑھتی ہے۔۔

یہ کتاب کیا ہے ؟ ــــ علماء کرام، اکابر عظام کے مواعظ و مکاتیب اور مضامین کا ایک حسین گلدستہ ہے اس میں تبلیغ سے متعلق پیش آنیوالے بہت سے اعتراضات کا حل ہے سب سے بڑا اعتراض جو تبلیغی جماعت پر کیا جارہا ہے اور جسمیں عوام تو کیا خواص بھی شریک خیال ہیں وہ یہ کہ تبلیغی جماعت کو اکابر علماء کی تائید حاصل نہیں ہے اور وہ اس کام کے مخالف ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ کتاب انھیں اشکالات کے حل کرنے کا ذریعہ ہے اس میں کہیں تقریر کے ذریعہ سے تو کہیں تحریر کے ذریعہ سے تائید کی گئی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ کتاب بہت طویل ہوگئی ہے اور آج کل

مسلمانوں کے مشاغل اور ہجوم وافکار چھوٹی سے چھوٹی دینی کتاب کے پڑھنے کی مہلت نہیں دیتے چہ جائیکہ اس ضخیم کتاب پر نظر کی جائے۔

اسلئے یہ خطرہ پیدا ہوا کہ باوجود اس کتاب کی ضرورت کے لوگ اسطرف متوجہ نہ ہوں اس خطرہ کو مدنظر رکھکر اسکی ترتیب میں یہ شکل اختیار کی گئی ہے کہ کتاب کے تین (۳) حصہ کر دیئے گئے ہیں۔ پہلا تقاریر کا حصہ، دوسرا مکاتیب کا، تیسرا مضامین کا حصہ، پھر ہر تقریر اور مکتوب اور مضمون کو الگ کر دیا گیا ہے اور ہر ایک کا ٹائٹل بھی الگ ہے تاکہ ہر حصہ اور تقریر و مضمون ایک کتابی شکل پر ہو جائے اور شروع میں سوالات بھی قائم کر دیئے گئے ہیں تاکہ اس کے جوابات بھی معلوم ہو جائیں جو اسی حصہ میں ہیں اسی طرح ہر جزء کا پیراگراف بھی الگ کر دیا گیا ہے تاکہ پڑھنے میں سہولت ہو اور پوری کتاب کا پڑھنا بار خاطر بھی نہ بنے اسکے ساتھ یہ بھی اہتمام کیا کہ ضروری اور اہم مضامین پر سطریں کھینچ دی ہیں تاکہ اگر کوئی پوری کتاب نہ پڑھ سکے تو اس کو پڑھکر اپنا مقصود حاصل کر لے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ کتاب کے پڑھنے سے تبلیغ سمجھ میں نہیں آسکتی ہے اور نہ یہ کتاب بذاتِ خود لوگوں کو چلّہ پہ ڈال سکتی ہے بلکہ اس سے صرف اس کام میں لگنے کی ترغیب حاصل ہوگی اور سارے شبہات دور ہو جائیں گے اور معترضین کے اعتراض پر جو جلد یہ کام کرنے والوں میں تزلزل آچکا ہے وہ بھی انشاء اللہ ختم ہو جائیگا۔ اب عمل کے لئے تیار ہو جائیے اور خود ہی کھڑے ہو کر

اور اس کام میں لگ کر کام کی حقیقت سے آگاہ ہو جائے انشاء اللہ آسانی کی راہیں خود بخود حل ہو جائیں گی۔ اس ضرورت کو میں نے صدائے وقت سمجھ کر اپنے اکابر کی باتوں کو جمع کیا ہے۔ حق تعالے ہم سب کے لئے نافع بنائے اور اس پر عمل کی توفیق مرحمت فرمائے اور دارین کی سعادت کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

آخر میں۔ میں من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ کی بنیاد پر ان سب حضرات کا رہینِ منت ہوں جنھوں نے میرا اس سلسلے میں جانی و مالی تعاون فرمایا۔ بالخصوص مرشدنا حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدفیوضہم کا جن کے فیض وجوار سے یہ کتاب ظہور پذیر ہوئی۔ حضرت نے اپنے بیش بہا اوقات میں سے قیمتی وقت صرف فرما کر کئی جگہ سے اِس کتاب کے مسودہ کو سنا اور اس کتاب کی پُرزور تائید اپنی کتاب " دہلی کی تبلیغی جماعت پر چند عمومی اعتراضات اور ان کے مفصل جوابات " میں کی۔ فجزاہم اللہ عنا احسن الجزاء

اِسی طرح سے جناب **حاجی احمد حاجی فقیر بھائی منیار صاحب** (۲۲ کھنڈی بازار ابراہیم رحمۃ اللہ روڈ بمبئی نمبر ۳) اور حضرت مکرمی سیٹھ جواہر والے (مراد حاجی اسماعیل حسن مایت ۳۲ سی، بالا رام اِسٹریٹ، تلا منزل بمبئی نمبر ۷) کا تہہ دِل سے مشکور ہوں جنھوں نے **اکثر** کتاب کیلئے مالی تعاون فرما کر اس کتاب کی طباعت کے مراحل کو طے کرایا۔ فجزاہ اللہ عنا احسن الجزاء

اسی طرح سے جن حضرات نے میرے اس سلسلہ میں تعاون کیا خواہ علماء ہوں یا طلباً

مخیر حضرات ہوں یا مشیر کار اللہ تعالےٰ سب کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔ آمین
اور دعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اِس کتاب کے ذریعہ سے ہم تمام مسلمانوں کے
قلوب میں ایمانی حرارت پیدا فرمائے اور دین کے کام کو صحیح نہج پر کرنے کی
توفیق عطا فرمائے۔ وما اُرید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ
توکلتُ و اِلیہ اُنیبُ۔

بھائی محمد الیاس (صاحب)
(ابن) قاری بندہ الٰہی صاحب
۱۹ رجب المرجب سنہ ۱۳۹۲ ہجری یوم چہار شنبہ۔

فہرست کتاب

کیا تبلیغی کام ضروری ہے؟ کا حصہ اول

تقریر بسلسلۂ تبلیغ آٹھ تقاریر کا مجموعہ

فہرست کتاب[1]

کیا تبلیغی کام ضروری ہے؟ کا حصہ سوم[3]

بنام: مضامین سلسلۂ تبلیغ، پانچ رسالوں کا مجموعہ ہے۔

[1]۔ کتاب کا حصہ دوم بنام "مکاتیب سلسلۂ تبلیغ" کے مکاتیب کی فہرست حصہ دوم کے ابتدا ہی میں مذکور ہے۔

فہرست تصاویر ٹائیٹل

نمبر	ٹائیٹل کا نام	تعارف تصویر
(۱)	چار رنگی۔ کیا تبلیغی کام ضروری ہے؟	عمارت دار الحدیث دار العلوم دیوبند
(۲)	تین رنگی۔ کیا تبلیغی کام ضروری ہے؟	عمارت مسجد دار جدید۔ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور معتکف شیخ الحدیث صاحب در ماہ مبارک
(۳)	تقاریر بسلسلۂ تبلیغ	عمارت دار الحدیث قدیم دار الطلبہ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور
(۴)	مکاتیب بسلسلۂ تبلیغ	عمارت دار الحدیث جدید دار جدید مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور
(۵)	مضامین بسلسلۂ تبلیغ	عمارت دفتر قدیم کا ایک حصہ نشست گاہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ :۔

اصلاح نامہ

حصہ اول "تقاریر بسلسلۂ تبلیغ" طلبہ سے خطاب

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۳	۱۱	وجود	با وجود
۳۳	سٹ۔(سرخی)	پانچویں تقریر	چھٹی تقریر
		حضرت شیخ الحدیث کے ارشادات	
۳	س ۱۸	پرتا تھا	پڑتا تھا
۵	۱۰	علاج	علاج
۶	۱۸	مدرسہ ابھی	مدرسہ بھی
		حصہ دوم مکاتیب سلسلۂ تبلیغ	
۶۶	۱۳	لٹکانا اور … کی	لٹکانا اور ٹن کی
۸۱	۳	۶	۱۰
۸۱	۵	نو (۹) مکاتیب	دس (۱۰) مکاتیب
۹۰	۷	شرح کا	شرع میں
۱۰۲	۱۷	پہونچ سکتے	پہونچ نہیں سکتے
۱۰۵	۱۴	جس صفحہ	جس کے صفحہ
۱۱۰	۲	ما اعزت	من اغبرت
۱۱۷	۱۲	التقریر …	التقریر والتحریر
۱۴۱	۱	تنقید کی وبہ سے	تنقید کی وجہ سے

تیسرا حصہ مضامین بسلسلہ تبلیغ

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۱۸۵	۱	خلیفہ	مجاز صحبت حضرت مولانا الحاج الشاہ وصی اللہ صاحبؒ اور خلیفہ حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب مدظلہ۔
۱۸۵	۱۷	شرور و لڑائی	شرور و بُرائی
۱۹۱	۳	روٹی کا لیا	روٹی کا حساب لیا
۱۹۲	۷	دشمن کو کہہ کر	دشمن کہہ کر
۲۰۳	۱۲	ہفتہ ہونے والی	ہفتہ میں ہونے والی
۲۰۹	۱۴	حصول کی کوشش	حصول کی کوشش
۲۱۰	۶	دین پر لڑنے کا	دین پر پڑنے کا
۲۱۳	۵	نہی المنکر	نہی عن المنکر
۲۱۶	۲	قال رسو اللہ	قال رسول اللہ
۲۲۲	۷	اور پڑوانونکے ساتھ	اور پروانوں کے ساتھ
۲۲۲	۱۶	تمام مدرمیں دینیہ	تمام مدارس دینیہ

کتابوں کے لئے صحیح رہنمائی

وہ حضرات بہت کم ہیں جو جانتے ہیں کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رہ تھوڑے سے عرصہ میں کیا کیا دینی خدمات انجام دے گئے اور ہماری آئندہ رہنمائی کیلئے کیا علمی اور اصلاحی ذخیرہ چھوڑ گئے۔ مشاہدہ ہے کہ آپکے تبلیغی جذبہ نے دین کا کوئی شعبہ اور انسانی زندگی کا کوئی گوشہ تشنہ نہیں چھوڑا جسکی تجدید و اصلاح نہ کی ہو آپکی بیشمار تصانیف سیکڑوں مواعظ ہزاروں ملفوظات دینی محاظ سے اہل زمانہ کے لئے ایک دینی درس اور مکمل دستور العمل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ہمارے کتب خانہ میں آپ کی مفید تصانیف اور آپ کے ایسے مواعظ و ملفوظات ملیں گے جو عرصہ سے نایاب تھے اور ادارہ نے ان کو اسوقت یا خود شائع کیا' یا مختلف اداروں سے مہیا کیا ہے۔ اسی طرح:۔
ہند و پاک کے دوسرے اشاعتی اداروں کی وہ کتابیں بھی آپ کو ملیں گی جو وقت کے تقاضے، دورِ حاضر کی دینی ضرورت کو پورا کرتی ہوں اور مذہبی اعتبار سے مفید ہوں۔

اسلئے۔ ہمارے کتب خانہ کی فہرست جس سے آپکو مفید اور معتبر دینی و اصلاحی کتابوں کے بارے میں رہنمائی ملیگی، ایک کارڈ لکھ کر مفت طلب فرمائیں۔

منیجر کتبخانہ امداد الغرباء محلہ مفتی سہارنپور یوپی

يَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ

کیا تبلیغی کام ضروری ہے؟ کی
پہلی تقریر بسلسلۂ تبلیغ

طریقۂ اصلاح
اور
تبلیغی جماعت

تقریر فرمودہ

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب
مہتمم دارالعلوم دیوبند یوپی

عالمی تبلیغی اجتماع سہارنپور مورخہ ۷ جون ۱۹۷۱ء بروز دوشنبہ
بوقت بعد مغرب اسلامیہ انٹر کالج سہارنپور میں بیان ہوا

ملنے کا پتہ
مکتبہ حبیبیہ مقام پوسٹ تراج، وایا پلسانہ ضلع سورت (گجرات)

(کتبہ فاروقی) وسیم پرنٹنگ پریس دیوبند

مندرجہ ذیل امور کی واقفیت کیلئے تقریر کا مطالعہ کیجئے

(۱) اصلاح قلب کے کتنے طریقہ ہیں ؟
(۲) تبلیغی جماعت میں اصلاح کے کتنے طریقہ پائے جاتے ہیں؟
(۳) تبلیغی جماعت فضائل پر کیوں چلائی جاتی ہے ؟
(۴) کیا تبلیغ پر کیئے جانے والے اعتراض واقعی قابل قبول ہیں ـ ؟

حضرت والا کی تقریر کا بغور مطالعہ کیجئے۔ اور اِن سوالوں کو حل کیجئے ـ!!!

حقیقتِ شکر

مؤلفہ مولوی عبدالرحیم بن سلیمان متالاسوتی خلیفہ اقدس شیخ الحدیث صاحب

اللہ جل شانہٗ کے احسانات اور انعامات ہم پہ بارش کی طرح برس رہے ہیں۔ ان مسلسل احسانات کا شکر ہم پر کس قدر واجب ہے، نیز نعمتوں کا شکر ادا کرنے سے کیسی اُن میں ترقی ہوتی ہے۔ ناشکری اور ناقدری سے کس طرح ختم ہو جاتی ہے، قرآن و حدیث اکابر کے ملفوظات کی روشنی میں اسکو واضح کیا گیا ہے ـ ہر مسلمان کیلئے اسکا مطالعہ بہت ہی ضروری ہے۔

ملنے کا پتہ کتبخانہ یحیویہ، نزد مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور (یو۔پی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اِنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ اَرْسَلَہُ اللّٰہُ اِلٰی کَافَّۃِ النَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَدَاعِیًا اِلَیْہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ط صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰٓی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا ط اَمَّا بَعْد :-

بزرگانِ محترم !

اسوقت تبلیغی سلسلے کے چند مقاصد آپ حضرات سے گذارش کرنے ہیں، وہ مقاصد اور باتیں کوئی نئی نہیں ہونگی ہاں عنوان کا فرق ہوگا۔ میں چاہتا ہوں کہ ان مقاصد سے پہلے بطور تمہید ایک اصول عرض کردوں۔ اصول سمجھ میں آجانے کے بعد مقاصد خود بخود سمجھ میں آجائیں گے۔

اصول یہ ہے کہ اس دُنیا کو اللہ تعالیٰ نے عالَم اضداد بنایا ہے، ہر اصل کے مقابلے میں اس کی ایک ضِد رکھی ہے۔

عالَم بمعنی دُنیا، اضد بمعنی مخالف صفت کے

اور ہر اصل کا تصادم[1] اپنی ضد سے برابر ہوتا رہتا ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ اسلام کے مقابلے میں کُفر ہے، توحید کے مقابلے میں شرک ہے، اخلاص کے مقابلے میں نفاق ہے، سچ کے مقابلے میں جھوٹ ہے، ظلمت[2] کے مقابلے میں نُور[3] ہے، دن کے مقابلے میں رات ہے، اسی طرح دُنیا کے اندر خیر و شر بھلائی اور بُرائی بھی ملی جلی چل رہی ہیں۔ اس دُنیا کو نہ صرف خیر[4] کا عالم کہہ سکتے ہیں اور نہ صرف شر[5] کا، خیر محض[6] اور راحت[7] محض یہ عالمِ[8] جنت ہے، تکلیف[9] محض اور برائی[10] محض یہ جہنم کا عالم[11] ہے، اس دنیا کو جنت و جہنم دونوں سے مرکب[12] کر کے بنایا گیا ہے، اس لئے یہاں خیر و شر دونوں ہی کے آثار[13] موجود ہیں ؛

ایک غور طلب حقیقت

غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ شر و برائی اس عالم میں اصلی ہے اور یہ خود بخود چیزوں کے اندر پیدا ہو جاتی ہے، مگر بھلائی محنت کر کے لانی پڑتی ہے، تجربہ اور مشاہدہ بھی یہی ہے کہ آدمی محنت کرتا ہے بھلائی پیدا ہو جاتی ہے اور اگر محنت نہیں کرتا تو برائی خود بخود اُبھر کر سامنے آجاتی ہے مثال کے

---

[1] ٹکراؤ ؛ [2] اندھیرا اور تاریکی ؛ [3] روشنی ؛ [4] بھلائی کی دُنیا [5] بُرائی ؛ [6] صرف نیکی، صرف بھلائی ؛ [7] آرام محض ؛ [8] جنت کی دُنیا ؛ [9] صرف تکلیف ؛ [10] صرف بُرائی ؛ [11] جہنم کی دُنیا ؛ [12] جو کئی چیزوں سے مل کر بنا ہو ؛ [13] اثر کی جمع بمعنی نتیجہ ؛

طور پر کھانا ہے اس کو خوش رنگ، خوشبودار اور خوش ذائقہ باقی رکھنے کے لئے نعمت خانہ بنوانا پڑتا ہے اسے ہوادار کمرے میں رکھنا پڑتا ہے، تب کہیں کھانا اپنی خوبیوں کے ساتھ باقی رہتا ہے۔ لیکن اگر یہ محنت نہ کی جائے تو کھانا خود بخود سڑ جائے گا خراب ہوجائے گا۔ اسکے اندر بدبو پیدا کرنے کے لئے کسی محنت کی ضرورت نہیں ہوگی۔

اسی طرح ایک باغ ہے اسکی خوبی یہ ہے کہ وہ سرسبز ہو، چمن بندی ہوئی ہو، پھول کھلے ہوئے ہوں، اسکا منظر نگاہوں کو اچھا معلوم ہوتا ہو، دیکھنے سے آنکھوں میں تراوٹ پیدا ہوتی ہو، سونگھنے سے ناک میں خوشبو آتی ہو، مگر یہ ساری خوبیاں اسوقت پیدا ہونگی جب کہ آپ مالی رکھیں گے، ہالی[1] رکھیں گے اور وہ برابر باغ کی دیکھ بھال کرتے رہیں، درختوں کی جڑوں کو صاف کریں۔ اس کو پانی دیں، جہاں مناسب سمجھیں کتر بیونت کریں لیکن اگر آپ باغ کو جھاڑ جھنکاڑ بنانا چاہیں تو اس کے لئے آپ کو نہ تو کسی مالی رکھنے کی ضرورت ہوگی اور نہ کسی ہالی وموالی[2] رکھنے کی ضرورت! بس بنانے کی محنت چھوڑ دیجئے تو خود بخود چند ہی دنوں میں باغ کی ساری سرسبزی وشادابی ختم ہوجائے گی۔

ایسے ہی مکان ہے اسکی خوبی یہ ہے کہ صاف ستھرا ہو خوشرنگ ہو، دیدہ زیب[3] ہو، ڈیزائن[4] اچھا ہو، ان سب کے لئے آپ کو محنت کرنی پڑیگی،

---

[1] ہل چلانے والا۔ [2] نوکر چاکر۔ [3] آنکھوں کو زینت دینے والی۔ [4] نقشہ

ماہر و تجربہ کار معمار[۱] لانے پڑیں گے، پھر مکان بن جانے کے بعد فراش[۲] رکھنا ہوگا جو برابر اس کو جھاڑتا پونچھتا رہے تب جاکر یہ خوبیاں برقرار رہیں گی، لیکن اگر آپ مکان کو ویران بنانا چاہیں، اسے اجاڑنا چاہیں تو کسی محنت کی ضرورت نہیں ہوگی، اسکے صحیح رکھنے پر آپ جو محنت صرف کر رہے تھے اسے چھوڑ دیجیے۔ چند دن کے بعد گرد آئے گی پھر پلاستر اکھڑے گا، پھر اینٹیں جھڑ بن گی۔ پھر چھت گرے گی، پھر دیواریں آپڑینگی اور اسطرح مکان کھنڈر ہو جائے گا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ برائی اور شر کائنات[۳] کی ہر چیز کی ذات میں موجود[۴] ہے، انسان محنت کرتا ہے تو خیر آجاتی ہے نہیں کرتا تو شر خود بخود ابھر آتا ہے یہ اس عالم کا ایک طرز ہے اور سنت اللہ اسی طرح جاری ہے چونکہ اس عالم کا ایک بڑا فرد[۵] انسان بھی ہے لہٰذا اسکے لیے بھی اس اصول اور اس قاعدہ سے جُدا ہونا ممکن نہیں، چنانچہ بلا تکلف یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ برائی ہر انسان کی ذات میں موجود ہوتی ہے اور بھلائی لانی پڑتی ہے، بچہ پیدا ہوتا ہے، آپ اسکی تربیت کرتے ہیں، تعلیم دیتے ہیں تب جاکر وہ انسان بنتا ہے، اور اگر آپ یہ محنت نہ کریں، تو اسکے اندر جو بُرائیاں ہیں انکو بروئے[٦] کار لانے کیلئے کسی محنت کی ضرورت نہیں ہوگی، خوبیاں پیدا کرنے کے لئے عالم بنانے کے لئے سینکڑوں ادارے ہیں مدرسے ہیں مگر کیا جاہل بنانے کیلئے بھی

---

۱ مکان بنانے والا ۔ ۲ صفائی کرنے والا خادم ۔ ۳ دنیا ۔ ۴ موجودات، ۴ ہر چیز کی حقیقت ۔ ۵ تنہا، یگانہ ۔ ٦ باہر لانا ۔

آپ نے کوئی مدرسہ دیکھا؟ انسان تو جاہل بنا بنایا پیدا ہی ہوا ہے قرآن پاک میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے، وَاللّٰہُ اَخْرَجَکُمْ مِنْ بُطُوْنِ اُمَّھٰتِکُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْئًا وَّجَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَۃَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۝ اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے اس حالت میں نکالا کہ تم ذرہ برابر علم نہیں رکھتے تھے۔ اور پھر تمہارے اندر سننے کی طاقت رکھدی تاکہ سن سن کر علم حاصل کرو، دیکھنے کی طاقت دی "تاکہ دیکھ دیکھ کر علم حاصل کرو، تدبر[1] و تفکر[2] کی قوت رکھدی" تاکہ اس کے ذریعہ معلومات میں اضافہ کرو؛

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر انسان میں علم کی استعداد[3] اور صلاحیت تو رکھتے ہیں، مگر کوئی ماں کے پیٹ سے علم و ہنر لیکر نہیں آتا۔ یہ تو انسان کے علم کا حال ہے اور جہاں تک عمل کا تعلق ہے اس سلسلے میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قول قرآن مجید میں موجود ہے، وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ ۝ میں اپنے نفس کی براءت نہیں کرتا اس وجہ سے کہ نفس تو برائی کا ہی حکم دیتا ہے؛

معلوم ہوا کہ نفس انسانی میں ذاتی طور پر شر موجود ہے اسلئے وہ انسان کو برے اعمال ہی کی طرف لے جائیگا۔ آپ اسکی تربیت کریں گے تو

---

[1] دوراندیشی؛ [2] سوچ سمجھ؛ [3] قابلیت، لیاقت؛ [4] الگ، بے قصور

بن جائے گا اور بھلائی کی طرف آجائیگا ورنہ برائی پیدا ہونے اور اسکی تربیت کے لئے کسی کالج اور مدرسہ کی ضرورت نہیں ہوگی، خوب کہا ہے کسی شاعر نے کہ،

قرنہا باید کہ تا یک سنگ خارا ز آفتاب
لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن

یعنی ایک پتھر کا بے قیمت ٹکڑا جب سالہا سال اور قرنہا قرن دھوپ میں پڑا رہتا ہے، آفتاب کی تپش اور اسکی گرمی کو برداشت کرتا ہے تب جاکے ایک باقیمت لعل بنتا ہے۔

ماہ ہا باید کہ تا یک پنبہ دانہ بعد کشت
جامہ گردد شاہدے را یا شہیدے را کفن

ایک بنولے کا دانہ محبوب کے بدن کی زینت بنے اسکے لئے مہینوں کی مدت درکار ہوتی ہے۔ آدمی زمین پر محنت کرتا ہے اسمیں ہل چلاتا ہے اسے کھیتی کے قابل بناتا ہے پھر بیج کو زمین بوس کردیتا ہے۔ اسکے بعد اس سے کونپل نکلتی ہے، درخت بنتا ہے، روئی بنتی ہے، اسے توڑ لیا جاتا ہے، پھر مل میں بھیجا جاتا ہے، اسکی دھنائی ہوتی ہے، صفائی ہوتی ہے، سوت بنتا ہے، پھر کپڑا تیار ہوتا ہے اور پھر درزی اسکی قطع و برید کرتا ہے، ان تمام مراحل سے گذر کر پھر کسی محبوب کا جامہ بنتا ہے، ورنہ تو بنولے کی کوئی قیمت نہیں تھی، زیادہ سے زیادہ کسی بھینس کے منہ میں چلا جاتا۔

۱؎ کاتنا چھانٹنا ۲؎ جمع ہے مرحلہ کی بمعنی منزل ۳؎ کپڑا

آگے کہا ہے کہ

سالہا باید کہ تا یک کودکے از درسِ علم
عالمے گردد نکو یا شاعرِ شیریں سخن

یعنی ایک نادان اور چھوٹا بچہ جب سالہا سال کسی مکتب[1] اور مدرسے میں پڑھتا ہے، اُستاد کی مار اور سختیاں برداشت کرتا ہے اس کے بعد جا کر یا وہ عالم بنتا ہے یا شاعر

تو عالم بنانے اور خوش اخلاق بنانے کے لئے سالہا سال کی مدّت درکار ہوتی ہے، مدرسے قائم کرنے پڑتے ہیں، معلمین[2] و ملازمین رکھنے پڑتے ہیں، تب جا کے آدمی، آدمی بنتا ہے، لیکن جاہل و بداخلاق بنانے کے لئے نہ تو کہیں کوئی مدرسہ قائم کیا جاتا ہے اور نہ کوئی ادارہ۔

حاصل یہ کہ کسی چیز کو قیمتی بنانے کے لئے وقت درکار ہوتا ہے، محنت کی ضرورت پڑتی ہے مگر بے قیمت بنانے کے لئے کسی محنت کی ضرورت نہیں ہوتی۔

انسان کی اصل قدر و قیمت

آپ جانتے ہیں کہ اللہ میں بالذات خوبیاں ہیں، کمالات ہیں اور مخلوق میں ذاتی طور پر خوبی و کمال نام کی کوئی چیز نہیں، اور یہ بھی مسلّمہ قاعدہ ہے کہ اس دنیا میں ہر چیز کی قدر و قیمت اوصاف سے ہوتی ہے۔ جس شئی کے اندر جس قدر اوصاف زیادہ ہونگے، اسکی اسی قدر توقیر ہوگی عزت[3] ہوگی، اور اسی اعتبار سے اسے بلند مرتبہ اور مقام حاصل ہوگا،

---

[1] مدرسہ ؛ [2] علم سکھانے والا ؛ [3] عزت و حرمت ؛

ایک شخص عالِم ہے اس کی آپ عزّت کرتے ہیں اسکے علم کی وجہ سے، اور اگر وہی آپ کا اُستاد بھی ہو تو عزّت کا ایک درجہ بڑھ جائے گا، اور اگر اتفاق سے وہی آپ کا حاکم بھی ہو تو اسکی عزّت کا ایک درجہ اور بڑھ جائے گا۔
حاصل یہ کہ انسان کے اندر جسقدر اوصاف بڑھتے جائیں گے اسکی قدر و قیمت اور عزّت و وقار میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا، اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ بالذّات انسان میں کوئی کمال نہیں، کمال ایک عارضی شئی ہے۔ جو محنت کر کے لایا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ بچّے کی تربیت کرتے ہیں، تعلیم دیتے ہیں۔ اور اگر وہ تعلیم سے جی چراتا ہے تو لالچ دلاتے ہیں اس لئے کہ آپ چاہتے ہیں کہ بچّہ کسی ہنر اور کمال کا مالک بن جائے۔

انبیاء علیہم السّلام

بہر حال! اتنا تو آپ سمجھ گئے ہونگے کہ اس دنیا میں ہر چیز کی قدر و قیمت اسکے اوصاف سے ہوتی ہے، حضرات انبیاءؑ کی ذات بلاشبہ مقدس ہے اور ان میں بھی سیّد الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات بابرکات تو حد درجہ متبرک و مقدس ہے، لیکن یہ سارا کا سارا تقدس[1] نبوت و رسالت ہی کی وجہ سے ہے اور اسی منصبِ رسالت کی وجہ سے آپ واجب الاطاعت[2] ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ لوگو! اگر میں حکم شرعی بیان کروں تو اس کا ماننا لازمی اور ضروری ہے۔ لیکن اگر ذاتی مشورہ دوں تو اسکا ماننا ضروری نہیں یہ اور بات ہے کہ ہر مسلمان کے قلب[3] میں آپؐ کی حد درجہ محبّت ہے اسکی وجہ سے وہ

---

[1] پاک کرنا، پاک ہونا؛ [2] جسکی ذات مقتضی انکی اطاعت کی ہو؛ [3] دل؛

آپؐ کے اشارے کو بھی حکم سمجھے اور ماننے کے لئے تیار ہو جائے، مگر جہاں تک قانون کی بات تھی وہ آپؐ نے بیان فرمادی، آپؐ نے حضرت بریرہ رضؓ جو حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کی باندی تھیں انکا نکاح حضرت مغیث رضؓ سے کر دیا، حضرت بریرہ رضؓ نہایت ہی خوبصورت اور حضرت مغیث بالکل معمولی شکل کے آدمی تھے جسکی وجہ سے ان دونوں میں بنتی نہیں تھی، آئے دن لڑائی جھگڑے کا بازار گرم رہتا حتیٰ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ نے بریرہ رضؓ کو آزاد کر دیا، اور مسئلہ شرعی یہ ہے کہ باندی جب آزاد ہو جائے تو نکاح کا باقی رکھنا نہ رکھنا اسکے ہاتھ میں ہو جاتا ہے، حضرت بریرہ رضؓ نے سوچا کہ موقع غنیمت ہے فائدہ اٹھانا چاہیئے چنانچہ انہوں نے نکاح کے فسخ[۱] کرنے کا ارادہ کر لیا، حضرت مغیث حضرت بریرہ پر سنو جان سے عاشق تھے، جب انھیں بریرہ کے ارادے کی خبر ہوئی تو روایتوں میں آتا ہے کہ یہ مدینہ کی گلیوں میں بے چین و بے قرار پھرتے تھے اسی بے چینی کی حالت میں خدمت اقدس میں حاضر ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ صلعم آپ ہی نے بریرہ رضؓ سے نکاح کرایا تھا۔ اور اب آپ ہی اسے باقی رکھئے، چنانچہ حضرت بریرہ رضؓ کو بلایا گیا، آپ نے حضرت مغیث کی جانب سے سفارش فرمائی، اور بریرہ رضؓ کو طرح طرح سے سمجھایا اور کہا کہ نکاح باقی رکھو فسخ مت کرو، بریرہ رضؓ بھی تھیں بڑی ہوشیار، انھوں نے فوراً پوچھا یارسول اللہ صلعم یہ حکم شرعی ہے یا آپ کا ذاتی مشورہ، آپ نے فرمایا کہ یہ میرا ذاتی مشورہ ہے۔ حضرت بریرہ رضؓ کہتی ہیں

۱؎ توڑ دینا ۱۲

پھر تو میں نہیں قبول کرتی، چنانچہ آپؐ نے کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ذاتی طور پر اگر حضرات انبیاءؑ بھی کوئی بات کہیں تو اس کا ماننا بھی ضروری نہیں ہے، یوں محبت و عقیدت کی لائن سے آپ جو کچھ بھی سمجھ لیں، تو جب حضرات انبیاءؑ کے یہ درجات ہیں تو پھر ہماری اور آپکی کیا حیثیت ہے اور ہم اور آپ کس شمار میں آئینگے،

اخلاقِ فاضلہ ہر انسان میں

اس کا حاصل یہ نکلا کہ جب انسان کے اندر اوصاف و کمال جمع ہو جائیں وہ علم و فضل کا مالک بن جائے تو اسکی توقیر ہوتی ہے، عزت ہوتی ہے۔

بہر حال! میں عرض یہ کر رہا تھا کہ اس دنیا میں بُرائی اصل ہے اس کو بروئے کار لانے کے لئے کسی محنت کی ضرورت نہیں ہوتی اور بھلائی لائی جاتی ہے اس کے لئے محنت کرنی ہوتی ہے، مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے ورنہ نہ تعلیم گاہیں ہوتیں نہ خانقاہیں اور نہ اسطرح کے تبلیغی اجتماعات ہوتے، تعلیم کی حاجت ہونا یہ دلالت ہے کہ آدمی اپنی ذات کے اعتبار سے کچھ نہیں بلکہ اس کو گھڑ گھڑ اکر انسان بنایا جاتا ہے۔ آدمی پیدا ہوتا ہے مگر آدمیت بنائی جاتی ہے، آدمی کی صورت کا نام انسان نہیں بلکہ وہ تو سیرت اور اخلاق کے مجموعہ کا نام ہے، مولانا رومیؒ فرماتے ہیں :-

گر بصورت آدمی انساں بُدے ‏ ‏ ‏ احمدؐ و بوجہل ہم یکساں بُدے

اگر آدمی کی صورت ہی نام انسان ہوتا تو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم
اور ابو جہل میں کوئی فرق نہ ہوتا، صورت تو دونوں کی یکساں ہی تھی، اس سے
معلوم ہوا کہ انسانیت در اصل آتی ہے سیرت سے، اخلاق سے، اگر
صورت اچھی ہوئی لیکن باطن خراب ہے یا ظاہر درست ہے لیکن اندر ناقص
اور نکما تو اس سے کوئی بات پیدا نہ ہوگی، بلکہ یہ صورتِ حال عیب ہے ہُنر نہیں
اور اسی طرح باطن کے خراب رہتے ہوئے ظاہر کو بنانے اور سنوارنے کی جدوجہد
بالکل ایسی ہے جیسا کہ نجاست کے اوپر چاندی کا ورق لگا دیا جائے اسطرح
نجاست کا پاک ہونا تو درکنار ورق بھی ناپاک اور ناقابل استعمال ہو
جائینگے، اسی طرح اگر کوئی بہترین لباس پہن لے مگر دل میں گندگی بھری
ہو، تو لباس کی وجہ سے وہ نہ تو واجب الاحترام ہوگا، اور نہ اسکے کمال میں
کسی طرح کا اضافہ ہوگا۔

ارسطو حکیم

ارسطو مشہور حکیم اور فلسفی گذرا ہے، رات
دن جڑی بوٹیوں کی تلاش میں رہتا اور ان کا
امتحان لیا کرتا تھا وہ اپنے کام میں اتنا مشغول رہتا کہ اسے نہ دن کی
خبر ہوتی اور نہ رات کی، ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ سارے دن کا تھکا ہارا
راستہ پر سو گیا۔ اتفاق سے اسی دن بادشاہ کی سواری نکلی ہوئی تھی،
آگے آگے نقیب و چوبدار ہٹو، بچو، ہٹو، بچو کی صدائیں لگاتے آرہے تھے
مگر یہ نیند میں اسطرح مست کہ اسے کچھ بھی خبر نہیں پڑا سوتا رہا۔
ان بیچاروں کو کسی قسم کی فکر نہیں ہوا کرتی ہے، بادشاہ کی سواری کا گذر

اُس کے پاس سے ہوا۔ اُسے اس طرح سوتے دیکھ چلتے چلتے بادشاہ نے غصّہ میں ایک ٹھوکر ماری اس پر اُس نے کہا کہ "بے ادب"۔ بادشاہ نے کہا کہ گستاخ! تو نہیں جانتا کہ میں کون ہوں ارسطو نے جواب دیتے ہوئے کہا، غالباً آپ جنگل کے درندے معلوم ہوتے ہیں اسلئے کہ وہی ٹھوکر مارتے ہوئے چلا کرتے ہیں۔ بادشاہ کو اس کے اس گستاخانہ کلام کو سنکر اور بھی غصّہ آیا اس نے کہا بدتمیز! میرے پاس خزانہ ہے فوجیں ہیں قلعہ ہے۔ تخت و تاج ہے پھر بھی تو مجھ سے یہ گستاخانہ انداز اختیار کئے ہوئے ہے ارسطو نے کہا کہ یہ ساری چیزیں تو تیرے باہر کی ہیں تیرے اندر میں کونسی چیز، کونسی خوبی اور کونسا کمال ہے تو یقین رکھ کہ جس دن تیرے اوپر سے یہ قبا شاہی اتر جائے گی تو ذلیل ہو جائے گا، تیرا کوئی پوچھنے والا نہیں ہوگا۔ آدمی کو فخر اپنے اندر کی چیز پر کرنا چاہیئے جب تیرے اندر کوئی کمال نہیں ہے تو تو کپڑوں اور تخت و تاج سے باکمال نہیں بن جائے گا، یہ قبا شاہی چھوڑ اور ایک لنگی باندھ پھر ہم دونوں دریا میں کود دیں جب معلوم ہوگا کہ تم کون ہو اور میں کون ہوں تیرے اندر کیا کمال ہے اور میرے اندر کیا کمال ہے۔

حاصل یہ کہ آدمی صورت انسانی کا نام نہیں اور نہ اسکی وجہ سے آدمی باعزّت اور باکمال بنتا ہے اسی طرح لباس، وہ انسان کے باہر کی چیز ہے اور دولت تو اس سے بھی باہر ہوتی ہے۔ لہٰذا ان چیزوں کی وجہ سے باکمال ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا، سرچشمۂ کمال تو خدا ہی کی ذات ہے

اور ہمارے اندر جو کمال آئے گا وہ وہیں سے آئیگا اور اسکے لئے ضروری ہے کہ ہمارا قرب[1] ہو بارگاہ خداوندی سے اور ظاہر ہے کہ قرب حاصل کرنے لئے جدوجہد کرنی پڑیگی، پھر جسقدر جدوجہد بڑھے گی قرب بڑھے گا اور جسقدر قرب بڑھتا جائے گا کمال آتا چلا جائیگا اور جتنا بُعد[2] ہوگا کمال کے اندر کمی پیدا ہوتی جائے گی؛

کمالات اور انکی تقسیم

انسان کے دو کمالات ہوتے ہیں۔ ایک تو اسکا علمی کمال اور دوسرے عملی کمال، علمی کمال پیدا کرنے کے لئے مکاتب ہیں، مدارس ہیں، یونیورسٹیاں ہیں، اور عملی کمال پیدا کرنے کے بھی مختلف طریقے ہیں اور مختلف ذرائع ہیں، امام غزالی رحہ نے اپنی کتاب احیاء العلوم میں عملی کمال پیدا کرنے کے چار طریقے لکھے ہیں :-

قلوب کے بدلنے کا سب سے بڑا ذریعہ صحبت اہل اللہ ہے

اوّل یہ کہ اہل اللہ کی صحبت میں رہا جائے، ان حضرات کی جتنی ہی زیادہ صحبت نصیب ہوگی، اتنا ہی انکا رنگ قلب[3] کے اندر اترتا چلا جائے گا، مثل مشہور ہے کہ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے، صحبت نیک سے آدمی کے اندر خیر پیدا ہوتی ہے، خوبی پیدا ہوتی ہے؛ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَالسُّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيْرِ، فَحَامِلُ الْمِسْكِ اِمَّا اَنْ يُحْذِيَكَ وَاِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ

---

[1] نزدیکی ؛ [2] دوری ؛ [3] دِل ؛

مِنْهُ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا طَيِّبًا وَ نَافِخُ الْكِيْرِ اِمَّا اَنْ يُّحْرِقَ ثِيَابَكَ وَ اِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا خَبِيْثَةً ۔

اچھے ساتھی اور بُرے رفیق کی مثال، مُشک ساتھ رکھنے والے اور بھٹی دھونکنے کی سی ہے، پس مُشک والا اگر تمہارے پاس سے بھی گذر گیا تو جب بھی نفع تم اس سے لے لوگے تو بھی نفع، ہر حال میں دماغ معطر رہے گا، اور بھٹی والے سے تعلق میں کپڑا جلے گا ورنہ تو اسکی بدبو بلاشبہ دماغ مکدر رکھے گی۔

تو بھائی! ہر چیز کے اثرات ہوا کرتے ہیں، اگر آپ دریا کے کنارے آباد ہونگے تو آپکے مزاج میں بھی رطوبت پیدا ہوگی۔ خشک علاقے میں رہیں گے تو یبوست پیدا ہوگی۔ گلاب کے پھول کو کپڑے میں رکھدیجئے تھوڑی دیر کے بعد نکالیں گے تو کپڑے سے بھی گلاب کی خوشبو آئے گی۔ ریشمی کپڑوں میں عورتیں برسات کے موسم میں گولیاں رکھدیتی ہیں، اگلے موسم میں جب نکالتی ہیں تو کپڑوں سے گولیوں کی بدبو آتی ہے حالانکہ کپڑے کی ذات میں نہ تو خوشبو ہے نہ بدبو مگر مصاحبت کا اثر پڑتا ہے، اگر گلاب کو اسکا مصاحب بنادیا جائے تو کپڑے میں خوشبو آجاتی ہے اور اگر گولیوں کو مصاحب بنادیا جائے تو اسکے اثرات کپڑے کے اندر رچ بس جاتے ہیں اور کپڑے سے بدبو آنے لگتی ہے اسی طرح اہل اللہ کی صحبت کے اثرات ہوتے ہیں جن سے متاثر ہوئے بغیر انسان نہیں رہ سکتا۔ ایک عالم ربانی اور درویش حقانی کی نشان یہ ہوتی ہے کہ اسکے پاس بیٹھ کر خدا یاد آئے گویا کہ انکا ذکر، ذکرِ خدا کی تمہید ہے، کسی نے کہا ہے ناکہ ؎ خاصانِ خدا خدا نہ باشند

مگر از خدا جدا نہ باشند

جب آپ اہل اللہ کے قریب ہونگے تو کمالات ربانی آپکے اندر آجائیں گے۔ صحبت صالح کے آثار خیر و برکت کی صورت میں نمایاں ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو مرتبہ اور مقام حضرات صحابہؓ کو حاصل ہے وہ کسی دوسرے کو نصیب نہیں، کوئی بڑے سے بڑا قطب ہو، غوث ہو صحابیت کے رتبے کو نہیں پہونچ سکتا اسلئے کہ ان حضرات نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے آپکی مجلس میں شریک رہے ہیں جسے آپکی صحبت نصیب ہوئی ہو اور آپکی مجلس میں شریک ہونے کا شرف حاصل ہوا ہو اسکے کمالات کا کیا کہنا؟ ایک آدمی آفتاب کے نیچے کھڑا ہو تو اسپر جو گرمی ہوگی وہ کمرے میں بیٹھنے والے کو نہیں ہو سکتی اور جو تہ خانہ میں بیٹھا ہوگا اس پر دھوپ اور گرمی کا اثر اور بھی کم ہوگا، جتنا آفتاب سے قریب ہوگا۔ حرارت اور نورانیت بڑھتی جائے گی، نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم آفتاب نبوت ہیں آپ سے جو بلاواسطہ مستفید ہوئے ہیں انکے فضائل و کمالات درجۂ اولیٰ میں ہیں اور جو بالواسطہ انکا ثانوی درجہ ہے اور ان حضرات سے جن لوگوں نے استفادہ کیا وہ تیسرے نمبر پر ہیں اسی طرح درجہ بدرجہ کمی ہوتی چلی جائے گی، ایک حدیث میں آپؐ نے فرمایا۔ خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ۔

سب سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر جو اس سے متصل ہو پھر جو اس سے متصل ہو۔ سلف میں شاگرد و استاد کی اصطلاح نہیں تھی بلکہ شاگردوں کو

۱؎ نمودار، ظاہر ۔ ۲؎ سورج ۔ ۳؎ گرمی، آنچ ۔ ۴؎ منور، روشن،
۵؎ بغیر واسطہ ۔ ۶؎ واسطہ کے ساتھ ۔ ۷؎ دوسرا ۔

"صاحب" کے نام سے یاد کیا جاتا تھا، کہا جاتا تھا کہ یہ اصحاب ابی حنیفہؒ ہیں یہ اصحاب مالکؒ ہیں یہ اصحاب فلاں ہیں اسکا مطلب یہ ہوتا تھا کہ ان حضرات نے اپنے استاد اور شیخ سے محض کتاب کے الفاظ اور معنی ہی نہیں حاصل کئے ہیں۔ بلکہ ساتھ ہی ساتھ اپنے استاد کے رنگ کو بھی قبول کیا ہے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے وہ رنگ قبول کیا تھا جو آقائے رحمت صلے اللہ علیہ وسلم کا تھا۔

حاصل یہ کہ سب سے بڑی چیز ہے صحبت، اسکے ذریعہ ایک کے قلب کا رنگ، اور اسکے جذبات دوسرے کے اندر آتے ہیں، محمد حسین آزاد نے بالکل سادہ لفظ میں ایک شعر کہا ہے۔

ملنے والوں سے راہ پیدا کر اسکے ملنے کی اور صورت کیا

یعنی تم اگر محبوب سے ملنا چاہتے ہو تو پہلے انکے پاس آنے جانے والوں سے رسم و راہ پیدا کرو۔ وہ کسی دن تذکرہ کردیں گے تمہاری بھی رسائی ہو جائے گی — ایسے ہی اللہ تبارک و تعالیٰ تک پہونچنے کے لیے پہلے اللہ والوں سے ملا جائے، انکے رنگ کو قبول کیا جائے، قلوب کو بدلنے کی کوشش کی جائے، اخلاق کو درست کیا جائے۔ نفس کی اصلاح کی جائے۔ پھر بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی قبول فرمالیں گے اور اپنا بنالیں گے۔

اگر کسی کے پاس علم ہے مگر اس نے شیخ کی صحبت نہیں اختیار کی ہے اس کا رنگ نہیں قبول کیا ہے تو وہ علم صرف لفظی ہوگا حقیقی نہیں ہوگا، اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔ "اِتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ"

اللہ سے ڈرو اور معیت[1] اختیار کرو سچے لوگوں کی، سچوں کی معیت اختیار کرنے سے انکے اثرات تمہارے اندر پیدا ہونگے اور سچائی کی خوبی تمہارے ذہن میں بیٹھتی چلی جائے گی۔

صحبت ہی کی بات ہے کہ محدثین[2] کے یہاں ان راویوں[3] کی روایت[4] زیادہ قابل قبول ہوتی ہے جنہوں نے محض سنا ہی نہیں بلکہ اپنے شیخ کی صحبت بھی زیادہ سے زیادہ اٹھائی ہو۔

دیکھو بھائی! ایک علم تو ہوتا ہے رسمی اور لفظی جو رٹنے اور کتابوں سے آجاتا ہے اور ایک علم ہوتا ہے حقیقی جو علماء ربّانی اور اہل اللہ کی صحبت سے آتا ہے، بہت سے لوگ ایسے بھی دیکھنے میں آئے کہ وہ عالم تو نہیں مگر جاہلوں کو کون کہے عالموں کی بھی رہنمائی فرماتے تھے، حاجی امیر خان صاحب ہمارے اکابر دیوبند کے ایک متعارف خادم جن سے سنی ہوئی روایات کا مجموعہ خود میں نے مرتب کیا اور حضرت اقدس حکیم الامت مولینا تھانویؒ مرحوم نے اس پر فوائد اپنے قلم سے تحریر فرمائے جیسا کہ معلوم ہے کہ وہ رسمی عالم تو نہیں تھے یعنی انہوں نے باقاعدہ کسی درسگاہ میں نہ پڑھا تھا اور نہ کسی مدرسے کی انکے پاس سند تھی مگر حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کی صحبت اٹھائے ہوئے تھے اسکی برکت سے انکے علم و فکر میں کچھ ایسی گہرائی پیدا ہوگئی تھی کہ علّامہ انورشاہؒ جیسی بحر العلوم اور کتابوں کی حافظ شخصیت ان سے استفادہ[5] کرتی تھی۔

---

[2] حدیث بیان کرنے والے، فن حدیث میں مہارت رکھنے والے۔ [3] حدیث کی روایت بیان کرنے والے۔ [4] کسی بات کی نقل کرنا، کسی کی بات کہنا۔ [5] فائدہ حاصل کرنا۔

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آتا ہے، وہ بداخلاق بھی ہے مشرک بھی، اگر جب آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے صحبت سے فیض یاب ہوتا ہے تو عالم بھی بن جاتا ہے، حکیم بھی، خلیق بھی بن جاتا ہے، اور کریم بھی۔

تو بھائی نیک صحبت سے اخلاق بدل جاتے ہیں، روحیں پلٹ جاتی ہیں آپ جانتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہزاروں معجزات ہیں اور معجزات کو تو چھوڑ دیجئے آپ کا یہی کیا کم کارنامہ ہے اور کیا کم معجزہ ہے کہ آپؐ نے عرب جیسی تہذیب و اخلاق سے ناآشنا[1] قوم کے قلوب[2] کو بدل کر رکھدیا، لوہے کا نرم کردینا آسان ہے مگر قلوب اور روحوں کا بدلنا نہایت ہی مشکل، ہم بلا جھجک کہہ سکتے ہیں کہ آپ کا ہر ہر صحابی ایک معجزہ ہے۔

اصلاح کا دوسرا طریقہ

لیکن اگر کسی شخص کو اتفاق سے شیخ میسر نہ آتے اور وہ کہے کہ میری بستی میں نہ تو کوئی شیخ ہے نہ کوئی عالم پھر میرے نفس کے اصلاح کی کیا صورت ہوگی، ایسے شخص کے متعلق امام غزالی رحہ نے لکھا ہے کہ اسے مایوس نہ ہونا چاہیئے دوسرا طریقہ یہ ہے کہ بستی میں اس کا کوئی دوست تو ہوگا ہی اور اگر نہ ہو تو ایک دو آدمیوں سے دوستی کرکے آپس میں سمجھوتہ کر لینا چاہیئے کہ اگر میں کوئی برائی کروں تو تم میرا ہاتھ پکڑ کر روک دو، تم کروگے تو میں روک دوں گا تم سے کوئی کوتاہی ہوگی

[1] ناواقف ÷ [2] دِلوں ÷

تو میں تنبیہ کروں گا۔ مجھ سے ہو گی تم کرنا۔ اگر دوستی اسطرح ہوگئی تو زیادہ نہیں چالیس دن کے اندر سینکڑوں برائیاں ختم ہو جائیں گی۔ تو اگر کوئی شیخ نہیں ملتا، کوئی عالم نہیں ملتا، تو اس طرح اپنے نفس کی اصلاح کی جا سکتی ہے، شریعت کی اصطلاح میں اسے مواخات فی اللہ کہتے ہیں، حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن سات آدمی ایسے ہونگے جنہیں اس دن جس دن کہ کہیں سایہ نہ ہوگا اللہ تبارک وتعالی عرش کے سائے تلے جگہ دیں گے ان میں سے ایک نوع[۱] یہ بھی ہے۔

مگر برائی سے روکنا اگر کسی معمول کے خلاف ہو تب کیا جو رہ ہوگی۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ، إِمَامٌ عَادِلٌ وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللهِ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ إِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتَّى يَعُودَ إِلَيْهِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ حَسَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ۔ (متفق علیہ)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سات آدمی وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں لیں گے جس دن کہ سوائے خدا کے سائے کے کسی کا سایہ نہ ہوگا، ایک انصاف پرور بادشاہ، دوسرے وہ نوجوان جسکی جوانی کا آغاز ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہوا، تیسرے وہ شخص جسکا

[۱] قسم ۔

دل مسجد کے ساتھ اٹکا ہوا ہے، جب مسجد سے نکلتا ہے بے چین رہتا ہے تاوقتیکہ پھر مسجد میں نہ پہونچ جائے اور دو اشخاص جنہوں نے اللہ ہی کے لئے محبت کی اور اللہ ہی کے لئے ترک تعلق کیا، اور ایک وہ شخص ہے کہ جس نے خدا کو یاد کیا ہو تنہائی میں اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور ایک وہ کہ جسے ایک ایسی عورت نے زنا کی دعوت دی جو خوبصورت بھی تھی اور بلند خاندان سے تعلق بھی رکھتی تھی اس پر اس نوجوان نے کہہ دیا کہ مجھے تو خدا کا خوف اس کام کی اجازت نہیں دیتا اور ایک وہ شخص جس نے صدقہ دیا اور اتنا چھپایا کہ بائیں ہاتھ کو بھی نہیں معلوم کہ داہنے ہاتھ نے کیا دیا۔

حدیث میں ہے کہ ایسے دو آدمی جنہیں مواخات فی اللہ تھی اگر ان میں سے کسی کا انتقال ہو جائے اور وہ مقبول عند اللہ ہو جائے تو وہ دعا کریگا کہ اے اللہ میرے فلاں دوست کو بھی اسی مقام پر لے آ۔ اسی کی وجہ سے مجھے یہ مقام ملا ہے۔

اور یہ جو میں نے عرض کیا کہ اصلاح کے اس دوسرے طریقہ میں کسی دوست سے مدد لینی ہوگی، تو بھائی! دوست بھی دنیا میں ایک ہی نوعیت، فطرت اور مزاج کے نہیں ہوتے بلکہ ان میں بڑا فرق اور تفاوت رہتا ہے اس لئے دوست کا انتخاب سوچ سمجھ کر کرنا ہوگا، کسی نے کہا ہے نا کہ :-

دلا اندر جہاں یاراں قسم اند

زبانی اندونانی اند وجانی
بنانی ناں بدہ از در بدر کن
تلطف کن بیاران زبانی
ولیکن یار جانی را بدست آر
مدار اتش بگیری تا توانی

یعنی دوست کی تین قسمیں ہوتی ہیں، ایک تو دسترخوانی دوست اگر خدانے آپ کا دسترخوان سلامت رکھا ہے تو پھر آپ کے لئے دوستوں کی کمی نہیں جتنے چاہیئے جمع کر لیجئے۔ اور بعض زبانی دوست ہوتے ہیں انکی بھی دُنیا میں کوئی کمی نہیں، اور بعض جگری اور حقیقی دوست ہوا کرتے ہیں جو صرف آرام اور راحت ہی میں نہیں بلکہ تکلیف اور مصیبت میں بھی پورا پورا ساتھ دیتے ہیں، ایسے دوستوں کی تعداد یقیناً کم ہے۔

جو دسترخوانی دوست ہوں انکی بات تو بالکل نہ مانو اس لئے کہ جس دن تمہارا دسترخوان لپٹ جائے گا انکی دوستی بھی ختم ہو جائیگی البتہ انھیں انکی طلب وخواہش کے مطابق کچھ دے دلا کر پیچھا چھڑا لیجئے اور جو زبانی جمع خرچ کرنے کے عادی ہوں تم بھی انکے ساتھ دوستی زبان ہی تک محدود رکھو۔

ایک شاعر تھے انھوں نے ایک امیر صاحب کی شان میں قصیدہ پڑھا اور اسمیں خوب ایران توران کی ہانکی کہ آپکی کرسی کا پایہ ہفت آسمان سے بلند ہے آپکے تاج کی موتیاں جیسے آسمان کے تارے وغیرہ وغیرہ

جب قصیدہ ختم ہو گیا تو امیر صاحب نے کہا کہ پرسوں آنا تمہیں دو ہزار اشرفیاں دوں گا۔ اس سے جناب خوب خوش ہوئے اور گھر جا کر تیسرے دن کا انتظار کرنے لگے قبل اسکے کہ تیسرا دن آئے پہلے ہی انھوں نے اس اُمید پر کہ اب تو دو ہزار ملے گا ہی پانچ سو روپیہ قرض لے لیا چنانچہ اب بہترین کھانے پک رہے ہیں، اعزا و اقارب۲؎ کی دعوتیں ہو رہی ہیں، نئے نئے جوڑے تبدیل کئے جا رہے ہیں، جب تیسرا دن آیا تو دربار میں پہنچکر امیر صاحب کو سلامی دی، امیر صاحب نے آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا دوسری مرتبہ سلام کیا اسپر بھی وہ متوجہ نہ ہوئے تیسری بار کھانسے اسپر بھی امیر صاحب کی نگاہ نہ اٹھی، آخر میں زبان ہی سے کہا کہ بندہ حاضر ہے میں نے اس دن قصیدہ پڑھا تھا اور آج کے دن آپ نے دو ہزار اشرفیاں دینے کا وعدہ کیا تھا، امیر صاحب نے سر اٹھایا اور کہا کہ بھائی تم نے قصیدہ پڑھا تھا جسکے اندر محض الفاظ ہی الفاظ تھے۔ حقیقت اور واقعیت سے انکا کوئی تعلق نہ تھا، تم نے مجھ کو لفظوں سے خوش کر دیا میں نے بھی تمہیں لفظوں سے خوش کر دیا۔ جیسا تم نے دیا تھا ویسا میں نے واپس کر دیا اب اور کیا چاہتے ہو!!

تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ دوستوں کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ وہ محض زبانی جمع خرچ کرتے رہتے ہیں انکی باتوں کا حقیقت اور واقعیت سے نہ کوئی تعلق ہوتا ہے اور نہ کوئی واسطہ، ایسے دوستوں کی کبھی زبانوں پر اعتماد نہ کرنا چاہیئے۔ لیکن ایسے دوست جو مصیبت میں

۱؎ پہلے۔ ۲؎ عزیز اور رشتہ دار۔

کام آتے ہوں، خود پریشانیاں اُٹھا لیتے ہوں مگر دوست پر آنچ نہ آنے دیتے ہوں، ہزاروں میں ایک ہی ہوتے ہیں۔

اور ایسے تیسرے دوست کے متعلق شاعر نے یہ بات کی ہے کہ اسے مضبوط پکڑ لو اور اسکے تعلق و محبت کی قدر کرو۔

بہرحال اصلاح نفس کے لئے اگر کوئی شیخ نہیں ملتا تو اپنے دوستوں ہی سے اپنی اصلاح کرنی چاہیئے۔

تیسری راہ:- لیکن اگر کوئی کہے کہ میرا تو کوئی دوست ہی نہیں تو پھر اسکے لئے تیسرا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کے ذریعہ اپنی اصلاح کرے۔ ایسا تو شاید ہی کوئی ہوگا کہ آج کے دور میں جسکا کوئی دشمن نہ ہو، آپکے دشمن چھانٹ چھانٹ کر آپکے عیوب اور بُرائیاں نکالتے اور پھیلاتے رہیں گے اور اسطرح آپ اپنے نفس کی برائیوں پر مطلع ہوتے رہیں گے اب آپکا کام یہ ہوگا کہ آپکے اندر جو برائیاں ہیں انھیں چھوڑتے چلے جایئے۔ اگر آپ اسطرح ایک چلّے[1] دو چلّے بھی گذار لیں گے تو بڑی حد تک آپ کی برائیاں ختم ہو جائیں گی اور آپ صالح بن جائیں گے۔

طریق چہارم

اور اگر کوئی کہے کہ میں تو پہاڑ کی کھوہ میں رہتا ہوں، مجھے نہ کسی شیخ کی صحبت میسر ہے اور نہ میرا کوئی دوست ہے نہ دشمن ہے، پھر میرے لئے اصلاح کا کیا طریقہ ہوگا، امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ اس کو بھی مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ اسکے لئے چوتھا طریقہ محاسبۂ نفس کا ہے، روزانہ سوتے وقت کم از کم

---

[1] چالیس دن کا ایک چلّہ۔

پندرہ۱۵ منٹ مراقبہ کرے اور سوچے کہ آج میں نے کتنی بھلائیاں کیں اور کتنے گناہ مجھ سے سرزد ہوئے، جو بھلائیاں کی ہوں ان پر شکر ادا کرے اسلئے کہ شکریہ ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ زیادتی کی توفیق دیں گے، ارشاد خداوندی ہے۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ یعنی اگر تم شکر ادا کروگے تو ہم نعمتوں کو بڑھادیں گے۔ تو جتنا شکر ادا کریں گے خدا نعمتوں کو بڑھا دیں گے! اور جو گناہ سرزد ہوتے ہوں ان پر سچے دل سے توبہ کرے۔ جب صدق دل سے توبہ کرلے گا تو سارے گناہ جھڑ جائیں گے، حدیث میں ہے اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اس سے گناہ سرزد ہی نہیں ہوا، اگر برابر اس عمل کو جاری رکھا جائے گا تو برائیاں ختم ہوتی جائیں گی اور نفس میں اصلاح و تقویٰ پیدا ہوتا چلا جائے گا۔

حاصل یہ کہ اوّلاً تو شیخ کے ذریعہ نفس کی اصلاح کیجئے شیخ نہ ملے تو پھر دوست کے ذریعہ خوبیاں پیدا کیجئے اور اگر دوست نہ ہو تو پھر دشمن کو آلۂ کار بنایئے اور اگر دشمن بھی نہیں ہے تو اپنا شیخ اپنے ہی کو بنایئے، عرفی طور پر اصلاح کے یہی چار طریقے ہیں۔ ان میں سے اگر ایک بھی میسر آجائے تو نجات کے لئے کافی ہے اور اگر اتفاق سے یہ چاروں چیزیں میسر آجاویں تب تو وہ شخص کیمیا بن جائے گا کہ (۱) شیخ بھی ہو (۲) مواخاۃ فی اللہ بھی ہو (۳) دشمن بھی ہو اور (۴) محاسبہ بھی ہو۔ گویا اگر کسی کو یہ چاروں چیزیں میسر آجائیں تو پھر

زہے قسمت و زہے نصیب !!

تبلیغ اصلاحی طریقوں کا ایک مجموعہ

اگر آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ تبلیغ اصلاح کے ان چاروں طریقوں کا ایک مجموعۂ مرکب ہے۔ تو یہ تبلیغی جماعت ایک معجون مرکبؔ ہے۔ گویا یہ نسخہ امرت کا بن گیا جس پر اصلاحِ نفس کے یہ چاروں طریقے جمع ہو گئے ہیں۔ الغرض اس میں محنت کرنے سے بہت ہی بڑا فائدہ ہوگا۔

تبلیغ میں نکالے جانے کی اوّل وجہ

آپ کہیں گے کہ تبلیغ میں نکالا کیوں جاتا ہے؟

تو تبلیغ میں اسلئے نکالا جاتا ہے کہ اس میں بزرگوں کی صحبت میسر ہوتی ہے۔ پھر ساتھی اچھے ملتے ہیں، جو ایک دوسرے کو برائی سے روکتے ہیں اور پھر جب وہ اپنا خرچ کرکے باہر نکلا ہے تو دینی جذبات بھی اُبھریں گے۔ اُسے اپنی اصلاح کا خیال پیدا ہوگا، اسلئے کہ جب وہ اپنا گھر چھوڑ کر گیا ہے اور ہر قسم کی مشقت برداشت کر رہا ہے تو وہ کچھ نہ کچھ اثر لیکر ضرور ہی آئے گا۔ اسکے بعد بھی اگر یہ اثر لیکر نہ لوٹے تو وہ انسان نہیں ہے بلکہ پتھر ہے۔ اگر انسان ہے تو ضرور وہ اثر لیکر آئے گا۔ کیونکہ وہ نیک لوگوں کی صحبت میں رہا ہے۔

کمزوروں کا مجموعہ بھی قوی ہو جاتا ہے

بہت ممکن ہے کہ اس مجموعۂ مرکب میں بعض

ا؎ سبب :: ذریعہ :: ۲؎ جمع کیا گیا ::

کمزور ارادہ، بعض نحیف[1] عمل، بعض سُست جد و جہد اور بعض خام[2] علم والے جمع ہو جائیں اور شبہ یہ ہو کہ تبلیغ سے حاصل ہونے والا فائدہ یقینی ہونے کے بجائے موہوم[3] ہو کر رہ جائے گا تو بھائی اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ کمزوروں سے مرکب[4] اجتماع، جمعیت[5] اور اتحاد کی بنا پر ایک قوت حاصل کرلے گا جیسا کہ اسکی نظیر خود ہی ہمارے فن حدیث میں بھی موجود ہے۔ چنانچہ مشہور ہے کہ اگر کسی حدیث کے سلسلے میں چند ضعیف[6] سندیں جمع ہو جائیں تو وہ حدیث بھی محدثین کے نزدیک قوی سمجھی جانے لگتی ہے، آپ دیکھتے ہیں کہ اگر چند بھیک مانگنے والے دو، دو، چار، چار پیسے جمع کر لیتے ہیں تو سب کے کھانے کا انتظام ہو جاتا ہے اور اگر علیحدہ علیحدہ چاہیں تو کسی کا بھی پیٹ نہیں بھر سکتا۔ ایسے ہی اگر چند ضعیف[4] العمل اور ضعیف روحانیت والے نیک نیتی سے جمع ہو جائیں گے تو ایک کا دوسرے پر اثر پڑے گا۔ اور سبھی کے اندر قوت پیدا ہو جائے گی۔

اور بھائی ان حضرات کی نیک نیتی میں کیا شبہ ہے ظاہر ہے کہ یہ حضرات نہ تو تجارت کے لئے جمع ہوتے ہیں، نہ کھیتی باڑی اور نہ کسی دوسرے کاروبار کے لئے۔

پھر یہ بھی تو سوچیے کہ دس پندرہ آدمیوں کی جماعت میں کوئی نہ کوئی تو مقبول خداوندی ضرور ہی ہوگا۔ اور ساتھ رہنے کی وجہ سے اسکی مقبولیت کا اثر دوسروں پر یقیناً پڑے گا۔ یہی وجہ ہے کہ

[1] کمزور عمل :: [2] ناقص علم :: [3] وہم کیا گیا، وہمی :: [4] جو کئی چیزوں سے مل کر بنا ہو :: [5] جمع ہونا گروہ آدمیوں کا :: [6] کمزور سندیں ::

مؤمن کو نماز باجماعت پڑھنے کا حکم ہے۔ اسلئے کہ وہ کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو اور ساتھ ہی سارے جماعت کے نمازی بھی کمزور کیوں نہ ہو، پھر بھی مجموعہ میں خدا کا کوئی مقبول بندہ ایسا ضرور ہوتا ہے۔ جسکی وجہ سے پوری جماعت کی نماز قبول ہو جاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ جماعت میں خواہ کتنے ہی ضعیف کیوں نہ ہوں، لیکن خدا کا کوئی مقبول بندہ ضرور ہوگا جسکی وجہ سے اُس کی مقبولیت ضرور ہوگی۔

نیک نیتی کا اثر

اور پھر وہ اپنی ذاتی غرض سے نہیں نکلے ہیں، بلکہ اللہ کی رضاء کے لئے نکلے ہیں۔ اس نیک نیتی کا اثر بھی پڑتا ہے۔ کیونکہ یہ اللہ کا نام سیکھنے جا رہے ہیں۔ خدا کو یاد کرنے کے لئے جا رہے ہیں۔ تو جب اس نیت سے اللہ کے راستہ میں نکلیں گے تو اِسکا اثر بھی ضرور آئے گا۔

تو گویا اِس طرح فی الجملہ صحبت شیخ و صحبت صلحاء میسر آجائے گی۔ بہرحال یہ سب سے پہلی چیز صحبت اہل اللہ ہے۔

مواخاۃ فی اللہ بھی تبلیغی جماعت میں حاصل ہو جاتی ہے۔

پھر جب ایک جذبہ سے جائیں گے تو مواخاۃ دکھائی جارگی بھی قائم ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں باہم دوستی بھی قائم ہو جاتی ہے اسلئے واپس آنیکے بعد ایک دوسرے کو تبلیغی بھائی کے نام سے یاد کیا کرتے ہیں کہ تبلیغی بھائی

آ رہے ہیں گویا ان میں کا ہر ایک دوسرے کا بھائی بنجاتا ہے اور آپس میں ایک قسم کی اخوت[1] ہو جاتی ہے۔ جماعت کی نماز کی بھی یہی خصوصیت ہے، جب لوگ مسجد میں آتے ہیں تو ایک کی دوسرے سے آنکھیں چار ہوتی ہیں جسکے نتیجے میں باہمی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور جب ان میں کا کوئی کبھی غائب ہوتا ہے تو دوسرے سے معلوم کرتے ہیں کہ فلاں تو روزانہ آیا کرتا تھا آج کیوں نہیں آیا معلوم ہوا کہ بیمار ہے۔ پھر لوگ اسکی عیادت کے لئے جائیں گے اور اس طرح لوگوں کو عیادت[2] مریض کا ثواب حاصل ہوگا، نیز اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل ہوگا، حدیث میں ہے کہ مرض کی حالت میں آدمی کو اللہ تعالیٰ سے بے حد قریب ہوتا ہے، حدیث ہی میں ہے کہ بندے کو اللہ تعالیٰ سے نعمتوں میں اتنا قرب نہیں ہوتا جتنا کہ مصیبتوں میں ہوتا ہے، نیز حدیث ہی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے سے فرمائیں گے کہ میں بیمار ہوا تھا تو میری مزاج پرسی کے لئے نہیں گیا، بندہ کہے گا کہ اے باری تعالیٰ آپ کی ذات تو ان چیزوں سے پاک ہے، آپ کے بیمار ہونے کا کیا سوال، باری تعالیٰ عرض کریں گے میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا، اگر تو اس کی عیادت کے لئے جاتا تو مجھے اس کی پٹی پر موجود پاتا، تو پھر تجھے بھی وہ قرب[3] نصیب ہوتا جو میرے اس بندے کو مجھ سے حاصل تھا۔

حاصل یہ کہ ایک مریض کی عیادت کے لئے جانے سے عیادت کے ثواب کے ساتھ

۲ے بیمار پرسی ؛ ۳ے نزدیکی ؛ ۱ے بھائی چارگی ؛

اللہ تبارک وتعالیٰ کا قرب بھی نصیب ہوگا، اگر خدانخواستہ اسکا انتقال ہوگیا تو سب کے سب اسکے کفن دفن میں لگیں گے اس کا بھی ثواب ملے گا گویا کہ از اوّل[1] تا آخر ثواب ہی ثواب ہے، یہ ہیں برکات مسجد میں حاضری اور بروقت مسلمانوں کے آپس میں ملنے جلنے کے نتائج، اب آپ دیکھئے کہ تبلیغ والے مرکز ہمیشہ مسجد ہی بناتے ہیں تو مسجدوں کی وہ برکات جو مسجد میں آنیوالوں کے لئے مخصوص ہیں خود تبلیغ والوں کو ضرور بلکہ کچھ زائد ہی نصیب ہونگی اور پھر ایک مشرب[2] ایک مسکن[3] ایک مطعم[4] کی بناپر جو مواخات، بھائی بندی کے جذبات باہم روشناس[5] ہوتے ہیں یہ تبلیغ والے اس سے کبھی محروم نہیں رہ سکتے تو تبلیغی جماعت میں نکل کر شیخ بھی ملے۔ دوست بھی ملے۔ نیت بھی اچھی ہوئی اور پھر اچھی بات کہنے کا موقعہ بھی ملا :

دعوت دوگے تو دشمن ضرور ہونگے

اب جب اچھی بات کہوگے تو ہر ایک ٹھنڈے دل سے نہیں سنےگا بلکہ اُسکے مخالف ہوجائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اس جماعت میں رہ کر دشمنوں سے بھی نصیحت حاصل کرنے کا بہترین موقعہ حاصل ہوتا ہے۔ اسلئے کہ آپ دس لوگوں کے پاس جائیں گے، دس منہ ہوں گے، دس قسم کی باتیں ہونگی، کوئی بدعتی کہے گا کوئی وہابی کہے گا اور کئی طرح طرح کی سخت وسست باتیں آپ کو لوگ کہیں گے،

[1] شروع سے آخر تک : [2] پانی پینے کی جگہ مراد طور طریق : [3] رہنے کی جگہ مراد طور طریق : [4] کھانے کی جگہ مراد طور طریق : [5] ظاہر ہونا، پیش آنا :

آپ کے عیوب اور خرابیاں نکالنے کی کوشش کریں گے، جب آپ بار بار اس قسم کی باتوں کو سنیں گے تو غور کریں گے کہ آخر میرے اندر کیا کمزوریاں ہیں کیا کوتاہیاں ہیں پھر ان کمزوریوں اور کوتاہیوں کو معلوم کرکے آپ انکو دور کرنے کی فکر کریں گے۔

حاصل یہ کہ اس میں نیک لوگوں کی صحبت بھی میسر، دوستی بھی میسر، دشمنوں سے عبرت و نصیحت حاصل کرنے کا بھی موقعہ۔

تبلیغ میں محاسبہ بھی ہے

اور ان تمام باتوں کے ساتھ جب آپ رات کو پڑ کر سوئیں گے تو یقیناً سوچیں گے کہ آج میں نے کتنی نیکیاں کیں اور کتنی برائیاں کیں، اور پھر آپکے دل میں خیال پیدا ہوگا کہ رات کا وقت ہے حق تعالیٰ سے قرب ہے لاؤ نیکیوں پر اسکا شکریہ ادا کروں، اور برائیوں سے توبہ کرلوں، تو اس طرح نیکیوں کا سلسلہ بڑھ جائیگا اور برائیاں گھٹتی چلی جائیں گی۔

معجون مرکب

تو بھائی! اس جماعت میں یہ چاروں باتیں موجود ہیں جو ہدایت کے لئے ایک ایسا معجون مرکب ہے کہ اس کے بعد پھر کسی اور چیز کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

تبلیغ میں پہلے اپنی اصلاح ہوتی ہے

اور مقصود اصلی یہ ہے کہ پہلے خود ہمارا ہی دین

درست ہو، یہی وجہ ہے کہ اسلام میں ابتداء خود اپنے ہی سے کرنی پڑتی ہے، ضروری ہے کہ آدمی پہلے خود صالح بنے، پھر دوسرا مقام یہ ہے کہ دوسروں کو صالح بنائے، ایک دوسرے کو دیکھ کر عمل کرے گا تو صالح بنے گا، دوسروں کو عمل کی دعوت دیگا تو مصلح بنے گا۔

اعتراضات

رہ گئے تبلیغی جماعت پر اعتراضات تو لوگ کرتے ہی رہتے ہیں، کونسا ایسا کام اور کونسی ایسی جماعت ہے کہ جس پر اعتراضات نہیں ہوتے، آپ اعتراضات کو چھوڑ دیجئے اور کام کرتے جائیے۔

سب سے بڑا اعتراض

مثال کے طور پر لوگ ایک اعتراض یہ کیا کرتے ہیں کہ تبلیغی جماعت والے صرف فضائل بیان کرتے ہیں، مسائل نہیں بیان کرتے، اور دین درست ہوتا ہے مسائل سے، فضائل سننے کے بعد دل میں اُمنگ تو پیدا ہو جاتی ہے مگر جب آگے مسئلہ نہیں معلوم ہوگا تو ممکن ہے کہ لوگ اُمنگ اور جذبات کی رو میں بہہ کر من گھڑت عمل شروع کر دیں اور اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ بدعت میں مبتلا ہونگے؟

اعتراضات اور انکا اصولی جواب

لوگوں کا یہ کہنا کہ اس طرز عمل سے لوگ بدعت کے اندر مبتلا ہوتے چلے جائیں گے۔ اوّلاً تو محض احتمال اور امکان کی

بات ہے، دیکھنا یہ ہے کہ واقعہ کیا ہے، چالیس برس کے اندر کتنے لوگ بدعت میں مبتلا ہوئے؟

رہا مسائل کا نہ چھیڑنا، اس کا اگر یہ جواب دیا جائے کہ ہم پہلے فضائل بیان کرکے جذبہ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ بعد میں مسائل چلائیں گے، تو یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ چالیس سال سے تبلیغ چل رہی ہے۔ کیا آج تک جذبہ ہی پیدا نہیں ہوا؟

اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ تبلیغ والے فضائل ہی تو بیان کرتے ہیں۔ مسائل سے انکار تو نہیں کرتے، کیا وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مسئلہ کسی سے نہ پوچھیو۔ ہرگز وہ ایسا نہیں کہتے۔

دوسرے یہ کہ کام کرنے کے مختلف میدان اور مختلف لائنیں ہوتی ہیں۔ کوئی درس و تدریس کی لائن اختیار کرتا ہے، کوئی وعظ و تبلیغ کی، تو کوئی سیاست و حکمت کی، ان حضرات نے بھی ایک لائن اختیار کرلی ہے، فضائل بیان کرتے ہیں، لوگوں کے اندر دینی جذبہ اور امنگ پیدا کرتے ہیں، اب ساری لائن وہی اختیار کرلیں یہ نہ تو ضروری ہے اور نہ ہی ممکن۔

جب آپ کسی کام کو شروع کرتے ہیں تو آپ کام کرنے سے پہلے کچھ مقاصد اور اصول مقرر کرتے ہیں اور اپنی لائن متعین کرتے ہیں، اس میں آپ سب چیزوں کو داخل نہیں کرتے ہیں، تو پھر آپ اس میں سب چیزوں کو کیوں شامل کرنا چاہتے ہو؟؟

اعتراض کا سب سے بڑا جواب

بہر حال جب کوئی اعتراض کرے تو اسے سُن لینا چاہئیے اور اپنا کام کرتے رہنا چاہیئے۔ عمل ہی سب اعتراضات کا جواب ہے۔

بس تبلیغ والوں کا حاصل یہ ہے کہ لوگوں کے اندر دین کا جذبہ اور دینی امنگ پیدا کر دی جائے، اب اس امنگ سے آدمی دین کی جس لائن میں بھی کام لینا چاہے لے سکتا ہے، نیز دیکھنے میں یہ آتا ہے کہ جب کسی چیز کی امنگ پیدا ہو جاتی ہے تو آدمی خود ہی اس امنگ کو صحیح طریقے سے پورا کرنے کی جدوجہد اور سعی[۱] کرتا ہے، اگر آپکے اندر صحیح امنگ پیدا ہو گئی ہے اور آپکو مسائل کی طلب ہے تو علماء سے ملئے، مدرسے میں جائیے اور مسائل معلوم کیجیے۔ باقی کام میں نہ لگنا اور اعتراضات کا کرنا یہ حیلہ حوالہ کرنے والوں کا کام ہے۔

جیسا کہ میں نے ابھی کہا کہ ہر جماعت کا ایک نصب العین اور طریقہ کار ہوتا ہے، آپ کا اس پر دوسری چیزوں کا لادنا کہ فلاں چیز کو بھی اِس میں شامل کر لیجئے، کسی طرح مناسب نہ ہوگا، جب اس جماعت نے اپنا ایک موضوع متعین کر لیا تو آپ کو چاہیئے کہ آپ اسے اس پر کار بند رہنے دیں۔

بہر حال تبلیغ سے نفع اظہر من الشمس ہے کہ لاکھوں انسانوں کے دلوں میں دین کی امنگ اور طلب پیدا ہوئی۔ اور اسی امنگ اور طلب کی وجہ سے کتنی بدعات ختم ہوئیں ورنہ لاکھوں آدمیوں کا محض

[۱] کوشش:

اللہ اور اللہ کے دین کی خاطر اپنا پیسہ خرچ کرکے سفر کرنا اپنا کھانا، اپنا پینا، پہلے یہ جذبہ کہاں تھا تو اس سے جو نفع پہونچا اسکو تو آپ بیان نہ کریں اور جو ان کا منصوبہ نہیں اسکو آپ اعتراض کی بنیاد بنائیں، یہ تو کوئی مناسب بات نہ ہوگی،

خود چل کر اس کام کے فائدہ کو دیکھنا چاہئے

بہرحال! اصلاح نفس کے چار جزء اور چار طریقے ہیں، اور تبلیغ کے اندر حسن اتفاق سے چاروں طریقے جمع ہو گئے ہیں، صحبت صالح بھی ہے، ذکر و فکر بھی ہے۔ مواخاۃ فی اللہ بھی ہے، اور محاسبہ نفس بھی ہے اور انھیں چاروں کے مجموعہ کا نام تبلیغی جماعت ہے، عام لوگوں کے لئے اصلاح نفس کا لہذا عام لوگوں کو اس سے بہتر کوئی اور طریقہ نہیں ہو سکتا، اس طریقہ کار سے دین عام ہوتا جا رہا ہے اور ہر ملک کے اندر یہ صدا پہونچتی چلی جا رہی ہے، اس کے ذریعہ لوگوں کے عقائد درست ہو رہے ہیں، لوگ تیزی سے اعمال کی جانب بڑھ رہے ہیں اور اپنے آپ کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے سانچے میں ڈھالنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں کم از کم ان تجربات کو سامنے رکھ کر اعتراض کرنے والوں کو ٹھنڈے دل سے سوچنا۔ اور غور کرنا چاہیئے۔

اس لئے اس میں خود چل کر اس کام کے فائدہ کو دیکھنا چاہئے۔

حرف بسی کی اصلاحات میں شامل ہوں۔ غور کیجئے۔ خانقاہیں بند کر دی جاتیں کیونکہ اس سے بہتر کوئی طریقہ ہو نہیں سکتا۔

نہ تو حضرت گنگوہی کی خانقاہ میں یہ چاروں جزء مجتمع تھیں نہ حضرت تھانوی کی اور نہ حضرت رائپوری کی اور نہ آپ کی خانقاہ میں نہ مدرسہ دیوبند اور کسی مدرسہ میں الفاظ در کام ہے کیا یہ صحیح ہے،

آپ خود داخل ہوکر اِس بات کا فائدہ محسوس کریں گے کہ اس کام سے آپ کو کیا فائدہ پہنچا۔؟ آپ اسے تجربات کی روشنی میں معلوم کر لیجئے۔ جو شخص بھی حُسنِ نیت سے اس کام میں آئیگا اس کا اثر اسے ضرور ہوگا۔ اِس کام میں دعوت بھی ہے۔ اور دعوت ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی۔ نماز کی محنت بھی ہے۔ ساتھیوں کے ساتھ تعلق بھی ہے۔ ذکر بھی ہے۔ اور محاسبہ بھی ہے۔ اور بھی بہت سی چیزیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اِس محنت سے بہت سی خیر اور بھلائی انسان میں آرہی ہے۔ کتنے بُرے تھے جو جماعت کی وجہ سے اچھے بن گئے۔ یہاں تک دیکھا گیا ہے کہ بُرے عقیدہ والے صالح عقیدہ والے بن گئے۔

اعتراض کونسا قابل قبول ہوسکتا ہے

اور پھر اعتراضات تو وہ قابل قبول ہیں، جو کام میں گھُس کر کئے جاویں۔ اور جو باہر بیٹھکر اعتراضات کرے وہ قابل قبول نہیں ہوا کرتے۔ اگر اندر گھُس کر کوئی اعتراض کرے تب تو ٹھیک ہے۔ لیکن اندر گھُسنے والا کوئی اعتراض کرتا نہیں۔ کیونکہ داخل ہونے کے بعد اُسے اس کام کا فائدہ معلوم ہوجاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ یہ سب باہر کے اعتراضات ہیں جو قابلِ قبول نہیں۔

اعتراضات سے کوئی خالی نہیں

یوں تو اعتراضات سے مدرسے والے بھی

خالی نہیں۔ اللہ و رسول بھی اعتراضات سے خالی نہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی نسبت کہا گیا کہ اللہ کے بیٹے اور بیٹیاں ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس طرح کی باتیں کہنا کسی طرح بھی گالی سے کم نہیں۔ بخاری شریف کی ایک حدیث ہے

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی کَذَّبَنِیْ ابْنُ آدَمَ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ ذَالِکَ وَشَتَمَنِیْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ ذَالِکَ فَاَمَّا تَکْذِیْبُہٗ اِیَّایَ فَقَوْلُہٗ لَنْ یُّعِیْدَنِیْ کَمَا بَدَاَنِیْ وَلَیْسَ اَوَّلُ الْخَلْقِ بِاَھْوَنَ عَلَیَّ مِنْ اِعَادَتِہٖ وَاَمَّا شَتْمُہٗ اِیَّایَ فَقَوْلُہٗ اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا وَاَنَا الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ اَلِدْ وَلَمْ اُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لِّیْ کُفُوًا اَحَدٌ ہ

(ترجمہ) اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان نے مجھ کو جھٹلایا۔ حالانکہ اس کے لئے مناسب نہ تھا کہ میری تکذیب کرے اس نے مجھے بُرا بھلا کہا، حالانکہ یہ اسے زیبا نہ تھا، تکذیب، مثلاً یہ کہنا کہ اللہ مجھ کو مرنے کے بعد دوبارہ پیدا نہ کریں گے۔ حالانکہ پہلی مرتبہ کے مقابلے میں دوبارہ پیدا کرنا زیادہ آسان ہے۔ اور اسکا مجھے بُرا بھلا کہنا یہ ہے کہ یوں کہتا ہے کہ اللہ صاحب اولاد ہے، حالانکہ میں ایک ہوں بے نیاز ہوں، اور نہ کوئی میرا باپ ہے نہ بیٹا اور نہ ہی میرا

کوئی شریک وساجھی ہے۔

آپ خود سوچئے کہ اس سے زیادہ گالی کیا ہوگی کہ کسی آدمی کے متعلق یہ کہا جائے کہ فلاں کے سانپ پیدا ہوا ہے اس شخص کے لئے کتنی شرم کی بات ہوگی، حالانکہ سانپ بھی جاندار ہے۔اور اس معنیٰ کرکے دونوں میں ایک گونہ مماثلت ومشابہت ہے۔

اور بھائی اللہ تبارک وتعالیٰ تو نور ہیں۔پھر ان کے لئے بیٹا اور بیٹی کا ہونا کیا معنیٰ رکھتا ہے۔

اسی طرح رسولوں کو بھی مورد طعن وتشنیع بنایا گیا کسی نے کہا یہ تو کاہن ہیں، کسی نے کہا جادوگر ہیں وغیرہ وغیرہ تو جب اللہ ورسول بھی اعتراض سے نہیں بچ سکے تو ہماری اور آپکی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔بہر حال اعتراض کرنے والے تو سب پر اعتراض کرتے ہیں۔ان سے گھبرانا نہ چاہیے

اعتراض خود بے حقیقت ہیں

اعتراضات کا دائرہ بہت وسیع اور نہایت آسان ہے

حضرت گنگوہیؒ فرمایا کرتے تھے کہ علمی لائینوں میں سب سے زیادہ مشکل کام فتویٰ دینا ہے اسلئے کہ کسی مسئلے کے متعلق فتویٰ دینے کے لئے سینکڑوں جزئیات سامنے رکھنی پڑتی ہیں جب تک تمام کے تمام جزئیات سامنے نہ ہوں فتویٰ دینا مشکل ہوتا ہے

بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ دو واقعے اور دو مسئلے بالکل ایک جیسے مگر حکم دونوں کا جُدا جُدا، حضرت نے فرمایا کہ بڑے سے بڑا عالم کا مفتی ہونا ضروری نہیں، پھر فرمایا کہ اس سے آسان کام درس دینا ہے، افتاء میں سیکڑوں جزئیات سامنے رکھنی پڑتی ہیں، غور کرنا پڑتا ہے، دماغ پر زور ڈالنا ہوتا ہے، اور درس دینے والا ایک عبارت کو دیکھ کر اس کا ماحصل بیان کر دیتا ہے، اور فرمایا کہ درس دینے سے بھی آسان کام تقریر کرنا ہے اور وہ بھی عامیانہ۔ اور میں ان تینوں پر ایک جزئیہ کا اضافہ کرکے یوں کہتا ہوں کہ ان سب سے آسان ہے اعتراض کا کر دینا، جس پر چاہے اعتراض کر دیجئے، صحابہ رضہ پر اعتراض، ائمہ مجتہدین پر اعتراض! لطف کی بات یہ ہے کہ اعتراض کرنے والے تھکتے نہیں، اور تھکیں بھی تو کیسے، اسلئے کہ اس میں نہ تو کسی دلیل کی ضرورت ہے، اور نہ عقل و فہم کی، بس ہر بات کے متعلق یہ کہدیجئے کہ یہ غلط ہے۔

اور اعتراض کرنے کے لئے علم کی بھی ضرورت نہیں، اعتراض کرنے والے وہی لوگ ہوتے ہیں، جن کے پاس کوئی ڈگری نہیں ہوتی، نہ علم کی نہ عمل کی، تو اتنا آسان کام ہے اعتراض کا کرنا، ایسے آسان کام کو ہر کوئی شخص

کرسکتا ہے۔

تو بھائی! اگر کچھ لوگ ایسے گئے گذرے اور آسان کام کو اختیار کرتے ہیں تو کرتے رہیں۔ اس سے آپ کا کیا نقصان ہوتا ہے، آپ اپنے کام میں پورے طریقے سے مشغول رہیئے، کل میدان قیامت میں اعتراض کرنے والے بھی کھڑے ہوں گے اور کام کرنے والوں کی بھی صفیں لگی ہوں گی، ہر ایک کی محنت کا ثمرہ[1] اس کے سامنے آجائے گا۔

بڑا انعام یہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق اور آپکے قسمت کی بات ہے کہ آپ کے حصّے میں کام کرنا آیا اور دوسروں کے نصیب میں اعتراض کرنا۔ اس لئے آپ تو خوش رہیئے کہ حق تعالیٰ نے آپ لوگوں کو کام کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اعتراضات سے بچا لیا۔ اور رہ گیا اوروں کے اعتراضات اس کے لئے آپ لوگوں کا عمل خود جواب ہے مثل مشہور ہے کہ:-

"کہ ایک چُپ سَو کو ہرا دیتی ہے" اور چُپ سے بڑھکر عمل ہے۔ اس سے کچھ بھی اشکال قائم نہیں رہے گا۔

[1] پھل، نتیجہ ۔

خلاصۂ وعظ

بہرحال میں نے عرض کیا کہ اصلاحِ نفس ضروری ہے اور اِصلاحِ نفس کے طریق کو بھی مَیں نے بیان کردیا۔ اور اس کام میں اصلاحِ نفس کے تقریباً چاروں طریقہ موجود ہیں، جو جتنی محنت کرے گا، اُتنی ہی ترقی حاصل کرے گا۔ اسلئے کہ جب آپ عمل کریں گے تو اس پر اِس کام کے ثمرات بھی ضرور مُرتّب ہوں گے۔

اب تک معترضین کے متعلق جو کچھ ہم نے کہا ہے وہ اُن کے اعتراض کو مان کرکے، اور اگر غور کیا جائے تو سرسے سے اُن کا اعتراضات ہی قابلِ تسلیم نہیں۔

اس لئے کہ اس میں بڑے اور پُرانے لوگ بھی تو موجود ہوتے ہیں۔ جن سے کام کے اصول معلوم ہوسکتے ہیں اور اصول سے کام کرنے میں ترقی ہوگی۔ بعض اربابِ درس وتدریس ہوتے ہیں اور بعض اہلِ فتویٰ اُن سے آپ کو روکتے بھی نہیں ہیں۔ اگر کسی کو علم حاصل کرنا ہو تو ان سے حاصل کرسکتا ہے، مسائل معلوم کرنا ہو تو ان سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔

کام کرنے والوں کے لئے یہ سب باتیں ہیں اور محنتیں ہیں، اور نہ کام کرنے والوں کے لئے یہ سارے اعتراضات ہیں،

بہرحال! نسخہ ہے مکمل۔ ہاں دل ہی اگر نہ چاہے تو اور بات ہے۔ کسی نے صحیح کہا ہے کہ:۔

"اگر تو ہی نہ چاہے تو بہانہ ہزار ہیں"۔

تو بات بتلانے والوں نے بتلادی، اعلان کرنے والوں نے آواز بھی لگادی، منزل بھی بتلادی، ثمرہ بھی بتلادیا کہ یہ سامنے آئے گا۔ اب اِن حضرات کی ذمہ داری نہیں کہ وہ آپکی طرف سے چلیں بھی۔ آپ چلیں گے اور کام کریں گے تو اُس کا پھل پائیں گے۔ ظاہر ہے کہ نفع عام ہے۔ اِسلئے اِس میں ضرورت ہے کہ سب چلیں۔ اگر آپ تعلیم میں شرکت کرسکتے ہوں، تو تعلیم میں شریک ہوں، گشت میں شرکت کرسکتے ہوں، تو گشت میں شریک ہوں، اور اگر کچھ اوقات لگاسکتے ہوں تو اوقات بھی لگائیں،

اور بھائی! اِس سے کنارے رہنا بڑی ہی محرومی کی بات ہے، فکری طور پر ہو، عملی طور پر ہو، جس درجہ میں بھی ہو، اس میں شریک رہنا چاہیئے۔

یہاں آنے کا اصل مقصد حضرت شیخ[1] مدظلہ سے ملاقات کی تھی۔ پھر اِس کے بعد آپ حضرات کی درخواست کو

---

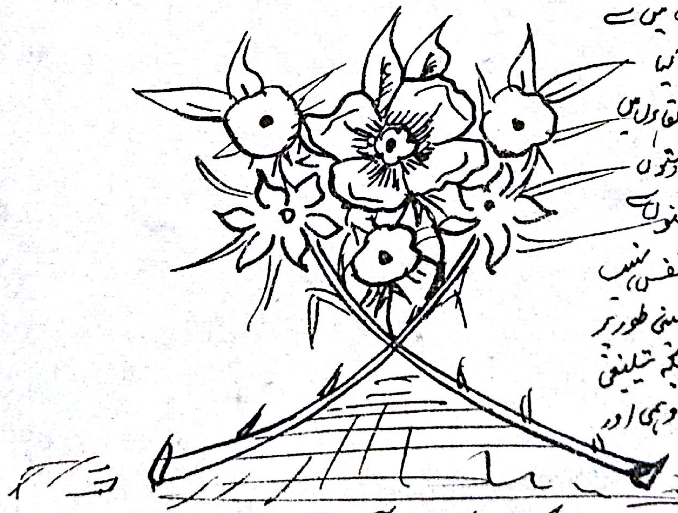
[1] حضرت شیخ الحدیث صاحب مولٰنا محمد زکریا دامت برکاتہم ایک دن قبل حجاز سے دہلی ہوتے ہوئے حضرات اکابرین نظام الدینؒ کے ساتھ سہارنپور تشریف لائے تھے۔

چلتے چلتے پورا کرنا بھی ضروری تھا۔ سو ملنے کا مقصد بھی پورا ہوگیا۔

بہرحال! نفس کی اصلاح ہوگی تو انسان کامل ہوگا۔ اور یہ بات حاصل ہوگی اِن طریقوں سے۔ حق تعالیٰ اِن چند کلمات کو قبول فرمائیں۔ اور ہمیں بھی اور آپ کو بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ
ربّ العٰلمین ؕ

حضرت قاری صاحب دامت برکاتہم
کو بہت تعجب ہے کہ حضرت گنگوہی
حضرت تھانوی حضرت مدنی
حضرت پھولپوری حضرت فتحپوری رحمہم
اور [illegible] خود بدولت میں سے
کوئی نظر نہ آیا۔ [illegible] گیا
ان حضرات کی خانقاہوں میں
صحبت اہل اللہ اور دوستوں
کا مقصد اجتماع اور دشمنوں
کا [illegible] اور تماشہ نفس نہیں
میسر ہو۔ اور یقینی طور پر
نہیں میسر ہو۔ جبکہ تبلیغی
جماعت میں امور [illegible] وہی اور
فرضی طور پر [illegible]
[illegible]



(کتبہ فاروقی)